مسلسل اشاعت کے بیالیس سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

499

صفر، ربیع الاول ۱۴۲۸ھ

مارچ 2007

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمداللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تاقیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجر کم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یو بی ایل اکوڑہ خٹک 7 -01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6 - 1120

Email: editor_alhaq@yahoo.com

اے بی سی آڈٹ بیورو ...

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ---- 42

شمارہ نمبر ---- 6

صفر، ربیع الاول ۱۴۲۸ھ

مارچ ---- ۲۰۰۷ء

3.4.07

36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران

حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر

حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: مطلق العنان حکمرانوں کا عدالت عظمیٰ پر کمانڈو ایکشن اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی عدالت عظمیٰ پر ایک غیر مسلم قائم مقام چیف جسٹس کی تقرری .... راشد الحق سمیع ۲

غیر مسلم جج شرعی نقطہ نظر سے .... حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۴

برطانوی وزارت داخلہ کی مولانا سمیع الحق کے داخلہ پر پابندی۔ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی پریس کانفرنس اور برطانوی سیکرٹری داخلہ کا مکتوب .... ادارہ ۵

اسلامی ریاست میں کسی غیر مسلم کو جج بنانے کا شرعی حکم .... مولانا مفتی مختار اللہ حقانی ۱۱

مولانا سمیع الحق صلیبی دہشت گردی کے تعاقب میں .... ادارہ ۱۴

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال (درس ترمذی) .... حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۱۷

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر طبقہ بشری کے لئے بہترین نمونہ .... مولانا حذیفہ غلام وستانوی ۲۳

اسلام میں اپنے نفس اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی .... حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب مدظلہ ۲۶

امام ابوحنیفہؒ کا بگڑی حکومتوں کے خلاف اقدام .... مولانا عتیق الرحمن سنبھلی ۳۱

اپریل فول کی حقیقت .... حافظ سعید الحق جدون ۳۹

یوآنے رڈلے سے مریم تک .... جناب ثناء اللہ بھٹہ ۴۱

مولانا سمیع الحق کے پچھلے دورۂ ایران کی سرگزشت (۹) .... مولانا عرفان الحق حقانی ۴۴

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں پر اسلامی قانون کا نفاذ .... سید جلال الدین عمری ۵۲

دارالعلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۶۲

تبصرہ کتب .... مدیر کے قلم سے ۶۳

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435

ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com

کمپوزنگ: بابر حنیف

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم راشد الحق سمیع حقانی

مطلق العنان حکمرانوں کا عدالت عظمیٰ پر کمانڈو ایکشن

اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی عدالت عظمیٰ پر ایک غیر مسلم قائم مقام چیف جسٹس کی تقرری

سات سال قبل بدقسمت پاکستان پر ظلم و جبر کی بدترین سیاہ اندھیروں نے موجودہ صورت میں جو قبضہ کیا تھا اس کی ظلمت کی شدت میں ہر روز اضافہ ہو رہا ہے۔ ملک وملت کا کوئی طبقہ ایسا نہیں رہا جو ان کے ظلم و ستم کے "ہنر" کا شکار نہ ہوا ہو۔ علماء، طلباء، جہادی تنظیموں اور دینی مدارس کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ، منفی اقدامات، اسلام آباد کی مساجد کے انہدام، اسلامی فلاحی اداروں پر پابندی، دینی صحافت اور مذہب سے وابستہ افراد و شخصیات کی نگرانی اور خصوصاً باجوڑ کے شہید طلباء کی شہادت وغیرہ وغیرہ اہم واقعات ہیں۔ الغرض مذہب اور دین سے وابستہ طبقوں کے لئے یہ سات سال قیامت کی سختیوں سے بڑھ کر ثابت ہوئے۔ پھر اس کے بعد قبائلی علاقوں کو تاراج کیا گیا، قوم پرستوں کی بیخ کنی کی گئی، بلوچستان میں ایک بڑے رہنما کو بیدردی اور سفاکی کیساتھ قتل کیا گیا۔ پارلیمنٹ ہاؤس کو ربڑ کی اسٹیمپ بنایا گیا۔ محسن پاکستان ڈاکٹر قدیر خان کو پابند سلاسل کیا گیا اور اس پر بدترین الزامات عائد کئے گئے۔ "روشن خیالی" کے دلدادہ رہنماؤں کے ان "روشن کارناموں" کی سیاہ فہرست بڑی طویل ہے۔ ملک وملت کے جسم ان کے نشتروں سے زخمی زخمی ہیں۔ ایسے میں ظالم حکمرانوں نے عدالت عظمیٰ کے چیف جسٹس آف پاکستان جناب افتخار محمد چوہدری کی اچانک برطرفی کے غیر آئینی، غیر اخلاقی احکامات جاری کر دیئے اور ان کے خلاف نام نہاد صدارتی ریفرنس دائر کیا گیا۔ پھر اس کے بعد جس بھونڈے انداز سے چیف جسٹس آف پاکستان کے خلاف اقدامات اٹھائے گئے اور ان کے عہدے اور شخصیت کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا گیا کہ ماضی میں وحشی اور دشمن حکمرانوں نے بھی قاضی القضاۃ کے عہدے کے ساتھ ایسا نہیں کیا ہوگا۔ نہ معلوم چیف جسٹس آف پاکستان کا آخر کیا قصور تھا؟ جس کی پاداش میں اچانک یہ قابل گردن زدنی قرار دیئے گئے۔ یوں تو موجودہ چیف جسٹس آف پاکستان ابتداء ہی سے اپنے منصفانہ اقدامات کی بناء پر عوام میں پذیرائی حاصل کر رہے تھے اور پہلی دفعہ عوام کو یہ احساس ہو رہا تھا کہ کوئی ایسا ادارہ حقیقت میں معرض وجود میں آچکا ہے جو انصاف کے تقاضے کسی نہ کسی طور پر پاکستانی معاشرے میں پورے کرانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اسٹیل ملز وغیرہ میں گھپلوں کے فیصلے حکومت اور نااہل حکمرانوں کے منہ پر طمانچہ تو تھے ہی لیکن حکمران بادل ناخواستہ اس کڑوی گولی کو برداشت کرنے پر مجبور تھے کہ اچانک اُن عظیم، نیک، صالح اور دیندار افراد کے اہل خانہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے عدل کے دروازے پر دستک دینے پہنچ گئے۔ جن کے پیاروں کو موجودہ ظالم حکومت نے سالوں سے ان کے گھروں سے اٹھا کر غائب کر دیا۔ ان میں درجنوں ایسے افراد بھی ہیں جو فوج میں آن ڈیوٹی آفیسرز ہیں۔ ان کی گمشدگی پر جناب چیف جسٹس آف پاکستان نے انتہائی سخت برہمی کا اظہار کیا اور حکومت اور حکمرانوں سے ان کی

برآمدگی کو یقینی بنانے کیلئے کہا گیا۔ اوران کی برآمدگی پر چیف جسٹس آف پاکستان پوری کوشش کر رہے تھے' مجاہدین اسلام کی برآمدگی کا ایشو' حکمرانوں کیلئے سب سے بڑا دھچکا ثابت ہوا۔ کیونکہ باوثوق ذرائع سے یہ تلخ حقیقت آشکارا ہو چکی ہے کہ کچھ ان نیک' صالح افسروں کو شہید کر دیا گیا ہے۔ تو اسی بناء پر چیف جسٹس آف پاکستان کو' روشن خیالی' کے راستہ اور غلامی کی منزل کے حصول میں اہم رکاوٹ سمجھ کر دور کر دینے کے ظالمانہ اور غیر آئینی و غیر اختیاری اقدامات اٹھائے گئے جس پر آج پوری پاکستانی قوم سراپا احتجاج بنی ہوئی ہے۔

وکلاء برادری اور صحافی حضرات کی جدوجہد قابل ستائش ہے۔ جو موجودہ قابض آمروں کے خلاف ایک نئی تاریخ رقم کر رہے ہیں' دینی صحافت اس اہم موڑ پر اس جدوجہد میں ان کے شانہ بشانہ ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ چیف جسٹس آف پاکستان کے خلاف صدارتی ریفرنس کو فوری طور پر واپس لیا جانا چاہیے۔ ورنہ یہ احتجاج ایک بڑی تحریک کی صورت میں ڈھل کر آتش فشاں کی صورت اختیار کر سکتا ہے اور اس میں وہ تمام مظلوم طبقات بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تیاری کر رہے ہیں جو وہ سات سال سے ظلم و جبر کی چکی میں دن رات پس رہے ہیں۔ تب ہی یہ بحران ختم ہوگا یا پھر حکمرانوں کو فوری پر استعفیٰ دینا چاہیے تاکہ ملک وملت کے مقدر سے سیاہ رات کے یہ اندھیرے ہمیشہ کیلئے چھٹ جائیں۔

(اس موقع پر ایک اور قابل تشویش پہلو سامنے آرہا ہے کہ حکمران مملکت خداداد پاکستان کے چیف جسٹس کے عہدے پر ایک غیر مسلم (ہندو بھگوان داس) کی تقرری کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ جس کی اسلامی شریعت اور فقہی مسلمات کے رو سے میں کوئی گنجائش اور کوئی نظیر نہیں پائی جاتی۔ المیہ یہ ہے کہ ۱۹۷۳ء کے آئین کی تشکیل کے وقت اس میں اس کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اگر چہ اس وقت اسکے خلاف قومی اسمبلی میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ کے ذریعہ اس کے خلاف یہ ترامیم پیش کی تھیں۔ جو اسمبلی کے ریکارڈ پر ترامیم نمبر ۱۴۵۴۔ نمبر ۱۴۶۹۔ نمبر ۱۴۷۷ اور نمبر ۱۵۱۹۔ نمبر ۱۵۲۰ کی شکل میں موجود ہیں۔ جن کا تعلق عدلیہ سے متعلق دفعات ۱۷۵ تا ۲۱۲ سے ہے۔ مگر اس وقت اسمبلی نے ان تمام ترامیم کو مسترد کر دیا اور کہا کہ عملاً ایسی صورت پاکستان میں نہیں پید ہو گی۔ لیکن اب روشن خیالی کے دعویٰ دار حکمران یہ حرکت دوبارہ دہرا رہے ہیں۔ جو دو قومی نظریہ کی نفی اور شریعت اسلامی کا کھلم کھلا مذاق ہے۔ اسلام اور شریعت اس کی قطعی اجازت نہیں دیتے۔ پھر شریعت اپیلیٹ بنچ کے تمام فیصلے بھی چیف جسٹس آف پاکستان کے دائرہ اختیار میں آتے ہیں۔ جو کم سے کم اسلامیان پاکستان کیلئے ناقابل برداشت ہے ۔ایسے میں موجودہ عدالتی بحران مزید خطرناک صورتحال اختیار کر سکتا ہے۔) دراصل عدالت عظمیٰ کا یہ موجودہ بحران خدائی گرفت کی واضح شکل ہے۔ حکمرانوں اور قوم کو اپنے اپنے اعمال کا احتساب کرنا چاہیے۔ وگرنہ ملک کی اسلامی اور نظریاتی اساس اور سب سے بڑھ کر اس کا وجود شدید خطرات سے دوچار ہو سکتا ہے۔ سوال جناب بھگوان داس یا کسی شخص کا نہیں۔ بھگوان داس صاحب کی قابلیت' دیانت اور کردار سے کسی کو اختلاف نہ بھی ہو مگر آئین گنجائش کے باوجود کسی مسئلہ میں شرعی حکم بیان کرنے سے سکوت کی کوئی گنجائش نہیں۔ المیہ یہ ہے کہ اس وقت پورے پاکستان میں کسی طبقہ علماء اور دینی حلقوں سے کوئی آواز نہیں اٹھی اور صرف حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اس مہر سکوت کو توڑنے کا شرف حاصل ہوا اور شرعی صورتحال سے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر آواز اٹھائی۔ (بیان شریک اشاعت ہے) جس سے پورا پاکستان اور دنیا گونج اٹھی۔ الحمدللہ کہ مسئلے کی شرعی حیثیت سامنے آ گئی۔

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

غیر مسلم جج شرعی نقطہ نظر سے

اسلام میں کسی غیر مسلم کا ملک کی عدالت عظمیٰ کے چیف جسٹس بننے کی کوئی گنجائش نہیں۔

پوری اسلامی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

راجہ سکندر زمان کی رہائش گاہ پر مولانا سمیع الحق کی حاضرین سے بات چیت

۲۱/مارچ (خانپور+ ہزارہ) جمعیۃ علماء اسلام کے سربراہ سینٹر مولانا سمیع الحق نے فرمایا ہے کہ اسلامی اور شرعی نقطہ نظر سے اسلامی جمہوری مملکت میں کسی غیر مسلم کا ملک کی سب سے بڑی عدالت کا چیف جسٹس بننے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں اور موجودہ صورتحال اسلامی جمہوریہ پاکستان کیلئے ایک بہت بڑا المیہ اور قوم کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔ مولانا سمیع الحق خانپور ہزارہ میں راجہ سکندر زمان صاحب کی رہائش گاہ پر مرحوم کی تعزیت کیلئے آئے تھے۔ مولانا کی آمد کی اطلاع پر مرحوم راجہ صاحب کے صاحبزادگان اور خاندان کے علاوہ کافی تعداد میں دیگر معززین اور صحافی بھی جمع ہو گئے تھے۔ مولانا مدظلہ نے حاضرین کے سوالات کے جواب میں کہا کہ پوری اسلامی تاریخ میں کسی اسلامی ریاست میں اس منصب پر کوئی غیر مسلم فائز نہیں ہوا اور قضاء کی شرائط اور اہلیت میں مسلمان ہونا لازمی شرط ہے۔ مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ موجودہ صورتحال اس وقت اور بھی نازک ہو جاتی ہے جبکہ شریعت ایپلیٹ بنچ بھی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے تحت ہو اور شریعت سے متعلق آخری فیصلے بھی چیف جسٹس کے دائرہ اختیار میں ہوں۔ مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ ۷۳ء کے آئین کی تشکیل کے وقت بھی میں نے یہ معاملہ اپنے والد مرحوم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق" ممبر قومی اسمبلی کے ذریعہ ترامیم کے ذریعہ اٹھایا تھا اور اس وقت کی قومی اسمبلی کے ریکارڈ پر یہ ترامیم نمبر۱۴۵۴۔ نمبر ۱۴۶۹۔ نمبر ۱۴۷۷ اور نمبر ۱۵۱۹۔ نمبر ۱۵۲۰ پر موجود ہیں جن کا تعلق عدلیہ سے متعلق دفعات ۱۷۵ تا ۲۱۲ سے ہے۔ مگر اس وقت اسمبلی نے ان تمام ترامیم کو مسترد کر دیا اور کہا کہ عملاً ایسی صورت پاکستان میں نہیں پیدا ہوگی۔ اور روشن خیالی کے شوق میں ایک اسلامی مملکت کو سیکولر ملک بنانے کی کوشش کی گئی۔ مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ عدالت عظمیٰ کا یہ موجودہ بحران خدائی گرفت ہے۔ اور معلوم نہیں یہ ہمارے ملک کی کیا کیا جمہوری اور اسلامی قدریں بہا کر لے جائے۔

ادارہ

مولانا سمیع الحق پر برطانیہ میں داخلہ پر پابندی

برطانوی وزارت داخلہ نے انکے اسلام جہاد مجاہدین اور مغربی دہشت گردی پر تنقیدی خیالات کو بنیاد بنایا

فیصلے کے خلاف کوئی اپیل نہیں ہوئی۔ وزارت داخلہ کا تفصیلی مکتوب اور مولانا سمیع الحق کی پریس کانفرنس

جمعیۃ علماء اسلام کے سربراہ سینیٹر مولانا سمیع الحق کا ۲۴ مارچ ۲۰۰۷ء لاہور پریس کلب میں خطاب

۲۴ مارچ ۲۰۰۷ء (لاہور پریس کلب)   جمعیۃ علماء اسلام کے سربراہ سینیٹر مولانا سمیع الحق کا لاہور پریس کلب میں خطاب لندن میں میاں محمد نواز شریف صاحب کی طرف سے بلائے گئے آل پارٹیز کانفرنس میں مجھے بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی اور بار بار کی دوستوں کا اصرار ہوا کہ شرکت کروں۔ چنانچہ میں نے ۱۴ مارچ کو سینٹ کے ذریعہ برطانوی ہائی کمیشن اسلام آباد کے پیا اپنے اور اپنے بیٹے حافظ راشد الحق اور اپنے پرائیویٹ سیکرٹری شفیق الدین فاروقی کے کاغذات ویزا کے لئے جمع کرائے اور بہ ظاہر یہ لگ رہا تھا کہ دیگر سیاسی لیڈروں اور ممبران پارلیمنٹ کی طرح مجھے بھی ایک دو دن میں ویزا دے دیا جائے گا۔ جبکہ مسلم لیگ (ن) کی طرف سے برطانوی سفارتخانے کو مدعوین کی فہرست دو تین ہفتے قبل بھیجی گئی تھی جس میں میرا نام بھی شامل تھا مگر ایم ایم اے سمیت تمام پارٹی لیڈروں اور ان کے وفود کو سب کو ویزا دیا گیا مگر تین دن گزرنے کے بعد سینٹ کے عملہ نے سفارتخانہ کو رجوع کیا تو جواب ملا کہ میرا معاملہ ابھی کنسیڈر ہو رہا ہے۔ اور برطانوی وزرات خارجہ اور وزارت داخلہ مل کر اس معاملہ کا جانچ پڑتال کر رہے ہیں۔ ہفتہ دس دن انتظار کے بعد میں نے سفارتخانے سے کہا کہ اگر ویزا نہ دینا ہو تو مجھے میرا پاسپورٹ واپس کر دیا جائے۔ کیونکہ میں نے کسی اور بیرون ملک سفر کے لئے ویزے لینے ہیں۔ مگر کل دوپہر مجھے برطانیہ ہائی کمیشن کے ایک اعلیٰ سفارتکار نے مطلع کیا کہ تمہارا اور تمہارے بیٹے اور سیکرٹری کے کاغذات مسترد کر دیئے گئے ہیں اور برطانیہ میں تمہارے داخلہ پر پابندی ہے۔ اور یہ فیصلہ وزارت داخلہ وزارت خارجہ کے باہمی مشورے سے کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ مجھے برطانوی وزارت داخلہ کی طرف سے ایک تفصیلی مکتوب دیا گیا جس میں ویزہ نہ دینے کی وجوہات لکھی گئی ہیں۔ ان وجوہات کی تفصیل منسلکہ خط میں مذکور اور شریک اشاعت ہے۔ اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں جمعیت علماء اسلام اور دار العلوم حقانیہ کا سربراہ ہوں اپوزیشن کا اہم رہنما اور ایم ایم اے کا حصہ ہونے اور ایک ٹیچر واستاد ہونے کے باوجود ایسے خیالات کا اظہار کرتا رہتا ہوں جس سے آپ دوسروں کو دہشت گردی پر اکساتے ہیں۔ اور برطانیہ میں آ کر ایسے خیالات کے اظہار سے امن وعامہ میں خلل واقع ہو سکتا ہے۔

۱۔ آپ نے طالبان کے اسلام کو اسلام کا نمونہ قرار دیا۔ ۲۔ آپ نے کہا کہ صلیبی دھوکہ باز طاقتوں کے خلاف طویل

جنگ ہوگی۔ ۳۔ آپ نے کہا کہ اگر امریکہ نے عراق پر حملہ کیا تو واشنگٹن اور تل ابیب بھی محفوظ نہ رہیں گے۔ ۴۔ آپ نے کہا کہ امریکی پالیسیاں اور خیالات مسلمان ممالک کے خلاف انتہائی خطرناک ہیں۔ حکومت پاکستان کا فرض ہے کہ اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کرے۔ ۵۔ آپ نے کہا کہ امریکہ مسلمانوں کو خوفزدہ کر رہا ہے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنے ملکوں میں امریکیوں کے ساتھ ایسا سلوک کریں اور انہیں خوف زدہ کریں۔ ۶۔ آپ نے کہا کہ امریکہ، برطانیہ اپنے ملک میں مسلمانوں کو قید کر رہا ہے۔ اور ان کی تذلیل کرتا ہے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ان کی اتنی ہی تذلیل کرے۔ ۷۔ آپ نے کہا کہ ہمارے حکمران جہاد کے خلاف ہیں جب بھی وہ جہاد کے خلاف بات کریں تو ہمیں الجہاد الجہاد کی صدائیں بلند کرنی چاہئیں۔ خط میں جگہ جگہ ان تمام نکات کے حوالے بھی دیئے گئے۔ جو کسی مستند حوالوں کی بجائے مختلف ویب سائٹس سے لئے گئے ہیں۔ ایسی ہی وجوہات سے ہوم سیکرٹری نے اور وزارت داخلہ نے ایک مخالف سیاستدان اور معروف رہنما اور استاد کی وجہ سے آپ کا داخلہ برطانیہ میں بند کر دیا ہے۔ (خط کا خلاصہ ختم ہوا)

مولانا سمیع الحق نے کہا کہ اس بارے میں میری مختصر گزارش یہ ہے کہ امریکہ اور برطانیہ کی عالم اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں رویہ پالیسی اور شروع کی گئی جنگ سے ساری دنیا واقف ہے۔ مسلمانوں کو اس بارہ میں اپنے ردعمل اور جذبات کے اظہار اور دفاع کا حق ہے۔ بالخصوص ایسے لوگ جنہیں پاکستان کے لاکھوں عوام نے اپنے حلقوں سے منتخب کیا ہے۔ بالخصوص ایم ایم اے کے پارلیمنٹ میں ساٹھ ستر ارکان عوام کے انہی جذبات کی وجہ سے منتخب کئے گئے۔ ان سب کا فرض ہے، جمہوری حق ہے کہ مغربی پالیسیوں پر مختلف پیرایوں میں تنقید کریں۔ مگر برطانیہ انہیں عوام کی ترجمانی سے محروم کر رہا ہے۔ اگر میرے اوپر یہ پابندی اسلام کی سربلندی اور ترجمانی کرنے کی وجہ سے لگائی گئی ہے تو مجھے اس پر فخر ہے۔ اور اپنے لئے ایک اعزاز سمجھتا ہوں۔ ہم ان حالات اور مغرب اور مسلمانوں کے درمیان برپا جنگ میں مکالمہ اور بات چیت کے قائل ہیں اس وجہ سے میں نے نائن الیون کے بعد اپنے دروازے پورے مغربی امریکی اور برطانوی میڈیا کے لئے کھلے رکھے اور ہزاروں ٹیموں اور افراد کو اصل صورتحال اور اسلام کی امن وسلامتی کا دین ہونے پر گھنٹوں بات چیت جاری رکھی ہے۔ اور واضح کیا ہے کہ اسلام کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پارلیمانی وفود جو برطانوی دولت مشترکہ اور یورپی یونین کی طرف سے آتے ہیں انہیں بھی سینٹ کی خارجہ کمیٹی کے ممبر ہونے کے ناطے پارلیمنٹ کے اندر مشترکہ میٹنگوں میں تفصیل سے اصل حقائق اور خیالات سے آگاہ کرتا رہتا ہوں۔ دو سال قبل جرمن، بلجیئم، برطانیہ اور پچھلے سال جاپان اور جنوبی کوریا کے پارلیمانی دوروں میں وہاں کے حکمرانوں اور پارلیمانی گروپوں کے ساتھ کھل کر اظہار خیال کرتا رہا اور اٹھائے گئے مغربی سوالات اور خدشات پر تفصیلی موقف پیش کر چکا ہوں۔ جہاں تک امریکہ اور برطانیہ کے عراق و افغانستان اور عالم اسلام کے خلاف جاری اقدامات کا تعلق ہے تو خود برطانیہ اور امریکہ اور یورپی ممالک کے عوام اس کے خلاف سراپا احتجاج ہیں۔ برطانیہ کا میرے بارے میں اس اقدام پر شدید احتجاج کرتے ہوئے برطانیہ کے آزاد جمہوریت پسند عوام عدالتوں اور تنظیموں سے بھی اپیل کرتا ہوں، کہ مسلمان ممالک اور ان کے رہنماؤں کے ساتھ اپنی حکومتوں کے سلوک کا منصفانہ جائزہ لیں اور حکومتوں کو مجبور کریں کہ وہ ہمارے ساتھ ڈائیلاگ کر کے ہمیں اپنا موقف سمجھانے کا موقع دیں۔

برطانوی وزارت داخلہ کے مکتوب کا اردو ترجمہ

حوالہ نمبر : H1146299

محترم مولانا سمیع الحق صاحب!

میں آپ کو مطلع کرتے ہوئے لکھ رہا ہوں کہ جولائی ۲۰۰۵ء میں لندن بم دھماکوں کے بعد ہوم سیکرٹری نے مخصوص حرکات کی' فہرست مرتب کی ہے جس کی بنیاد پر کسی بھی شخص کو UK سے نکالا یا اخراج کیا جائے تا کہ وہ UK کی عوام کے لئے باعث خطرہ نہ بن جائے۔ مندرجہ ذیل فہرست ان تمام حرکات کی نشاندہی کرتی ہے جو کوئی بھی غیر UK شہری' چاہے وہ UK میں ہو یا UK سے باہر ہو اس فہرست کی کسی بھی یا تمام چیزوں پر عمل کرے۔

۱۔ کسی بھی تحریر کو لکھنا' بنانا' چھاپنا یا بانٹنا۔

۲۔ عوام سے خطاب کرنا جس میں تبلیغ بھی شامل ہے۔

۳۔ ویب سائٹ چلانا۔

۴۔ کسی اہم عہدہ پر ہونا مثلاً استاذ' کمیونٹی یا یوتھ لیڈر

اپنے خیالات کا اظہار کہ:

۱۔ جس سے دہشت گردی کا جواز عقائد کی بنیاد پر تلاش کرے۔

۲۔ دوسروں کو دہشت گردی پر اکسایا جائے۔

۳۔ بذات خود کوئی غیر قانونی عمل کرے یا دوسروں کو کسی غیر قانونی عمل پر اکسائے۔

۴۔ نفرت کو فروغ دے جس سے UK میں اندرونی گروہ سازی یا تخریب کاری پیدا ہو۔

یہ فہرست نشاندہی کرنے کی غرض پوری کرتی ہے اور حتمی طور پر مکمل نہیں ہے۔

ہوم سیکرٹری نے اس فہرست کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ سوچا کہ آیا آپ کو UK سے باہر ہی رہنے دیا جائے؟ کافی محتاط سوچ بچار کے بعد انہوں نے بذات خود یہ فیصلہ کیا کہ آپ کی شمولیت UK عوام کے مفاد میں ٹھیک نہیں ہے اور انہوں نے یہ فیصلہ اس لئے کیا کیونکہ آپ بحیثیت سیاستدان اور استاد اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں جو کہ دہشت گردی کو فروغ دیتے ہیں۔ اس بناء پر آپ اس فہرست کی قبول نہ کی جانی والی حرکات کی زد میں آجاتے ہیں۔

ہوم سیکرٹری نے یہ نوٹ کیا ہے کہ:

۱۔ آپ پاکستان میں ایک اہم مخالف سیاستدان ہیں اور جماعت علمائے اسلام کے لیڈر بھی ہیں۔ جمعیت علمائے اسلام (س) متحدہ مجلس عمل (ایم ایم اے) کی ممبر جماعت ہے جو کہ مختلف اسلامی جماعتوں کی تنظیم ہے۔

۲۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے سربراہ بھی ہیں۔

۳۔ ان عہدوں پر ہونے کے ساتھ آپ کئی بیانات بھی دے چکے ہیں جن میں مندرجہ ذیل بیانات بھی شامل ہیں۔آپ ان بیانات میں عرصہ دراز سے منسلک ہیں۔

''طالبان اسلامی کی نشانی ہیں۔یہ فریبی (دھوکہ باز) طاقتوں کے خلاف بہت طویل جنگ ہوگی۔وہ مسلمانوں کوختم کرنا چاہتے ہیں'' بحوالہ ویب سائٹ voices of Jehad (۲۶/مارچ ۲۰۰۱)

''اگر امریکہ نے عراق پر حملہ کیا تو ایم ایم اے اور متعلقہ سپورٹرز واشنگٹن اور تل ابیب پر حملہ آور ہوں گے''

بحوالہ ویب سائٹ voices of Jehad (مارچ ۲۰۰۳)

''امریکی خیالات مسلمان ممالک کیلئے بہت خطرناک ہیں۔ چنانچہ یہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ امریکہ سے متعلق اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کرے۔امریکہ اپنے ملک میں مسلمانوں کوخوفزدہ کررہا ہے۔ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنے ملک میں امریکیوں کوخوفزدہ کریں۔امریکی اپنے ملک میں مسلمانوں کوقید کررہے ہیں' ہمیں بھی امریکیوں کو پاکستان میں قیدی بنانا چاہیے اور ان کی اتنی ہی تذلیل کرنی چاہیے جیسے وہ مسلمانوں کی کررہے ہیں۔'' بحوالہ پاکستان میڈیا مانیٹر (۱۰/دسمبر ۲۰۰۴ء)

''حکمران جہاد کے خلاف ہیں۔جب بھی وہ جہاد کے خلاف بولیں گے ہم جہاد' جہاد' جہاد کا پرچار کریں گے۔ہم انکی آزاد خیالی کی مزاحمت کرتے ہیں۔ ہماری نجات جہاد میں ہے یہ دوقوموں کا سوال ہے۔ (بحوالہ حرمت کانفرنس ۷/جولائی ۲۰۰۵)

ان خیالات کا اظہار کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ دوسروں کو دہشت گردی پر اکسا رہے ہیں۔

ہوم سیکرٹری کے خیال میں اگر آپ UK میں داخلہ کی اجازت دے دی جائے تو آپ ایسے خیالات کا اظہار کریں گے جو کہ UK کی عوام کے لئے مفید نہیں ہیں۔

ان تمام باتوں کی روشنی میں ہوم سیکرٹری مطمئن ہیں کہ آپ کو UK میں داخلہ کی اجازت نہ دی جائے کیونکہ آپ کا داخلہ یہاں کی عوام کے لئے مناسب نہیں ہے۔

آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ UK نہ آئیں کیونکہ آپ کو UK میں داخلہ سے روک دیا جائے گا۔ہوم سیکرٹری کے فیصلے کے خلاف کوئی اپیل دائر نہیں کیا جاسکتی' انکے فیصلہ پر ہر تین سال بعد نظر ثانی کی جاسکتی ہے۔

آپ کا مخلص:

(On behalf of the Secretary of State

for the Home Department)

Home Office

Immigration and Nationality Directorate

Lunar House, 40 Wellesley Road, Croydon CR9 2BY
Switchboard 020 8686 0333 Fax Direct Line
www.homeoffice.gov.uk

Our Ref H1146299
Your Ref
Date

Dear Maulana Sami Ul Haq

I am writing to advise you that following the London bombings in July 2005, the Home Secretary announced a list of particular activities that would normally lead to a person being excluded or deported from the UK on the grounds that their presence in the United Kingdom is not conducive to the public good. The list of unacceptable behaviours covers any non-UK national whether in the UK or abroad who uses any means or medium including:

- writing, producing, publishing or distributing material;
- public speaking including preaching;
- running a website;
- using a position of responsibility such as a teacher, community or youth leader;

To express views that:
- foment or justify terrorist violence in furtherance of particular beliefs;
- seek to provoke others to terrorist acts;
- foment other serious criminal activity or seek to provoke others to serious criminal acts;
- foster hatred which might lead to inter-community violence in the UK.

The list is indicative and not exhaustive.

The Home Secretary has considered whether, in light of this list, you should be excluded from the United Kingdom. After careful consideration he has personally directed that you should be excluded from the United Kingdom on the grounds that your presence here would not be conducive to the public good. He has reached this decision because you have used your position both as a teacher and politician to propagate views which foment and provoke others to terrorist acts. This has brought you within the scope of the list of unacceptable behaviours.

The Home Secretary notes:

1) That you are a prominent opposition politician in Pakistan and leader of a faction of the Jamiat Ulema Islami (JUI-S). The JUI-S is a member of the Muttahida Majlis e Amal (MMA) a coalition of religious political parties.
2) That you are reported to be the director of the Haqqaniya Madrassa in Akora Khattak (NWFP).
3) That, despite holding these positions of responsibility, you have made a number of statements, including those below, over a sustained period of time:

   "The Taliban is a symbol of Islam. This will be a long war against the infidel forces. They want to eliminate Muslims".
   The "Voices of Jehad" website (26 October 2001)

   "If the US attacks Iraq, the MMA alliance and all their supporters will attack Washington and Tel Aviv".
   The "Voices of Jehad" website (March 2003)

   "The US designs against the Muslim world are very dangerous. Therefore, it is the duty of the government to review its policies towards the US. The US is harassing the Muslims in its country. We should harass the Americans in our country. The US is arresting Muslims in its country. We should also arrest the Americans living in Pakistan the way the US insults and humiliates the Muslims living in America".
   Pakistan Media Monitor (10 December 2004)

   "The rulers are anti-jihad. Whenever they will spit venom against jihad, we will proclaim jihad, jihad, jihad. We condemn their vision of enlightenment. Our survival lies in jihad. It is the question of two civilizations".
   Hurmat Conference (7 July 2005)

In expressing such views it is considered that you are seeking to provoke others to terrorist acts.

The Home Secretary considers that should you be allowed to enter the UK you would continue to espouse such views, which would not be conducive to the public good in the U.K.

In light of these factors, the Home Secretary is satisfied you should be excluded from the UK on the grounds that your exclusion is conducive to the public good.

You are instructed not to travel to the UK as you will be refused admission on arrival. Although there is no statutory right of appeal against the Home Secretary's decision, this decision is reviewed every three years.

Yours sincerely

On behalf of the Secretary of State for the Home Department

دارالافتاء مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

اسلامی ریاست میں کسی غیر مسلم کو جج بنانے کا شرعی حکم

حضرت مولانا سمیع الحق نے جناب بھگوان داس صاحب کو سپریم کورٹ کا چیف جسٹس بنانے پر شرعی اور فقہی احکام کے تناظر میں آواز اٹھائی جسے پورے ملک میں زیر بحث لایا گیا۔ ذیل میں اس مسئلہ پر مدلل روشنی ڈالی گئی ہے۔

محترم ومکرم جناب مفتی صاحب۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ سلام مسنون کے بعد امید ہے مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوں گے۔

آنجناب کے علم میں ہے کہ مملکت خداداد پاکستان لا الہ الا اللہ کے نظریہ پر قائم ہوا ہے اور ہم نے علماء کرام سے سنا ہے کہ مسلمان ملک میں ایک غیر مسلم شخص قاضی (جج) نہیں بن سکتا ہے۔ اس لئے کہ کافر شخص کو مسلمان پر ولایت حاصل نہیں۔ مگر بدقسمتی سے چیف جسٹس آف پاکستان چوہدری افتخار محمد کے اس المیہ نے ایک دوسرا المیہ پیدا کیا کہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے ایک سینئر جج جناب بھگوان داس جو مذہباً ہندو ہے' کو چیف جسٹس کے عہدہ پر لانے کی بات ہو رہی ہے۔ اور اس پر اخبارات' ٹی وی وغیرہ میں کافی گرما گرمی ہے۔ مذہبی طبقوں کی طرف سے یہ بیانات آ رہے ہیں کہ بھگوان داس ایک غیر مسلم ہے۔ وہ اسلامی ریاست کا چیف جسٹس نہیں بن سکتا مگر دوسری طرف یہ بیانات آ رہے ہیں کہ بھگوان داس کا چیف جسٹس کے عہدہ ۱۹۷۳ء کے آئین کے منافی نہیں۔ اس آئین کی تیاری میں علماء کا بہت بڑا کردار ہے۔ اگر آئین میں ایسی بات ہوتی تو علماء ضرور اس پر آواز اٹھاتے اور انہیں اسلامی اسکالروں کا کہنا ہے کہ یہ اسلامی تعلیمات کے بھی منافی نہیں۔ تو آنجناب سے گزارش ہے کہ ہمارے اس سوال کا جواب مدلل اور مفصل عنایت فرمائیں تا کہ ہم مسلمان اسلامی نقطہ نگاہ سے اس مسئلہ کے حل سے آگاہ ہو جائیں۔ (نوٹ) سوالنامہ بذریعہ فیکس ارسال خدمت ہے جواب جلدی عنایت فرمائیں۔ والسلام : ایم کریم شاہدرہ لاہور ۲۲/مارچ ۲۰۰۷ء

الجواب وباللہ التوفیق

اسلامی ریاست میں ضروری ہے کہ وہاں ایک ایسا نظام ہو جس کے ذریعہ وہاں کے باشندگان کے مابین پیدا ہونے والے تنازعات کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حل کیا جا سکے۔ اس نظام کو نظام قضاء (عدالتی نظام) کہا جاتا ہے۔ اس نظام کی اہمیت اور ضرورت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اسکی فرضیت پر امت مسلمہ کا اتفاق (اجماع) ہے اور اس کے قیام کو شریعت مقدسہ نے فرض کفایہ قرار دیا ہے۔ صاحب معین الحکام علامہ علاء الدین ابی

الحسن الطرابلسی نے لکھا ہے: اما حکمه فهو فرض كفاية ولا خلاف بين الامة ان القيام بالقضاء واجب (معین الحکام ص ۷)

اور علامہ وھبہ زحیلی نے لکھا ہے کہ وحكمه شرعا انه فريضة محكمة من فروض الكفايات باتفاق المذاهب ويجب على الامام تعين قاضي لقوله تعالىٰ يا أيها الذين آمنوا كونوا قوامين بالقسط (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹/ ۷۳۹)

اور علامہ کاسانیؒ نے لکھا ہے فنصب القاضي فرض لأنه ينصب لا قامة أمر مفروض (بدائع الصنائع ۵/ ۴۳۸) وهو فرض كفاية (الانصاف ۱۱/ ۱۵۴)

اور اس نظام کی اہمیت وضرورت پر کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور عقل انسانی دونوں شاہد ہیں، رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس مقدمات کی سماعت کیا کرتے تھے۔ اور پھر انکا فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں سینکڑوں مقدمات کے فیصلے کئے ہیں جن کا ذکر کتب حدیث میں موجود ہے۔ علامہ ابن قیمؒ نے ان میں سے بعض مقدمات کا تذکرہ اپنی مشہور معروف کتاب زاد المعاد میں کیا ہے۔

اور پھر آنحضرت ﷺ کے بعد بلکہ آپ ﷺ کے حین حیات میں بھی آپ ﷺ کے حکم پر بعض صحابہ کرامؓ نے فیصلے کئے، صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین، پھر تبع تابعین الی یومنا ھذا یہ نظام جاری ہے۔ اسلام نے جس طرح دیگر مناصب اور عہدوں کیلئے متعلقہ افراد کی اہلیت، صلاحیت، علم اور دیگر شرائط رکھی ہیں تو اسی طرح نظام قضاء کے ساتھ متعلقہ افراد یعنی قاضی صاحبان (جج) کیلئے بھی شرائط رکھی ہیں۔ جس میں یہ شرائط پائی جائے کہ وہ قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس کو قاضی بنایا جائے گا۔ علامہ علی حیدر نے لکھا ہے: وأن امور القضاء من أهم امور العامّة واحتياج الناس له فيجب الاعتناء بأمر القضا، ولذلك لايجوز تعيين كل أحد قاضياً ويجب بعض شروط و اوصاف في القاضي۔ (درالحکام شرح مجلۃ الاحکام ۴/ ۵۷۹)

اگر چہ بعض شرائط میں ائمہ کرام کا آپس میں اختلاف ہے لیکن بعض شرائط پر تمام اہل علم متفق ہیں جمیں بلوغ، عقل، حریت وغیرہ شرائط کیساتھ ساتھ متعلقہ شخص کا مسلمان ہونا بھی ضروری ہے جو درج ذیل حوالہ جات سے ظاہر ہوتا ہے۔

حنفی مذہب: ☆ الصلاحية للقضاء لها شرائط منها العقل ومنها البلوغ، منها الاسلام ومنها الحرية ومنها البصر......... فلا يجور تقليد المحنون والصبي والكافر والعبد والاعمى والاخرس والمحدود في القذف لأن القضاء من باب الولاية بل هوا عظم الولايات وهولأ ليست لهم اهليه أوني الولايات وهي الشهادة فلأن لا يكون لهم اهلية اعلاها أولى (بدائع الصنائع ۵/ ۴۳۹)

☆ من لا يصلح قاضياً لايجوز قضاءه ضرورة (بدائع ۵/ ۴۴۱)

قال العلامه بدر الدين العينيؒ: ولا تصح ولاية القاضي حتى يجتمع في

المولی شرائط الشهاده هی الاسلام والعقل والبلوغ والعدالة لأن مبنی القضاء علی حکم الشهادة (البنایة ۱۱/۲۰۶)

☆ قدنظمها السید الحموی ؒ:

شروط القضاء وتسع علیک حفظها لتحرز سبقا فی طلابک للعلا
بلوغ واسلام و عقل و منطق فصیح به فصل الخصومة قد خلا
تولیة حکماً دون سمع لدعوة وحرّیة سمع والابصار قد تلا
وفقدان حدالقذف قدشرطواله کما قال زین الدین فی البحر مجملاً

(منحة الخالق علی البحر، حاشیة البنایة ۱۱/۲۰٦)

☆ وفی الحاکم العقل والبلوغ والاسلام والحرّیة والسمع والبصر النطق والسلامة عن حدالقذف الخ البحر الرائق ۲۳۳/۶)

☆ اهله اهل الشهادة ای یشترط فیمن یفوّض الیه القضاء أن یکون من اهل الشهادة یعنی حرا مکلفا مسلماً الخ (شرح النقایة ۳/۱۰۷)

☆ کل من القضاء والشهادة یستمد من أمرواحد هو شروط الشهادة من الاسلام والبلوغ والعقل واحریة الخ (فتح القدیر ۶/۳۵۷)

☆ وکل من کان من أهل الشهادة کان من أهل القضاء ومن لم یکن من اهل الشهادة لایکون من اهل القضا...... شروط صحة الشهادة العدالة لفظ الشهادة الحریة الاسلام ...... لقوله تعالیٰ ولن یجعل الله للکافرین علی المومنین سبیلاً (الفقه الحنفی وادلته ۱۲ ۳۱ ۳۲)

مذہب مالکی: ☆ وقال مالک ولا أری أن یستکتب ذمیاً لأن الکاتب قد یستشار ولا یستشار کافر فی أمر المسلمین (الکافی فی فقه المالکی ۲/۲۵۹)

☆ (قلت) أرأیت القاضی أیکره له مالک أن یتخذ کاتبا من أهل الذمة قال سمعت مالکا یقول لایستکتب أهل الذمة فی شئی من أمور المسلمین (المدونة الکبریٰ ۵/۱۴۶)

مذہب شافعی: ☆ ولا یجوزأن یکون القاضی کافرا ولا فاسقا ولا عبدا ولا صغیراً ولا معتوها لأنه اذا لم یجزأن یکون احدمن هؤلاء شاهدا فلان لا یجوز أن یکون قاضیا اولی (المجموع شرح المهذب ۲۰/۱۲۷)

مذہب حنبلی: ☆ فاما الصفات المشترطة فی الجواز فأن یکون حراً مسلماً بالغا

ذكراً عاقلاً عدلاً (بدایۃ المجتہد ۲/۴۵۴ لابن رشد القرطبی)

☆ الشرط الرابع: الاسلام لكونه شرطاً في جواز الشهادة مع قول الله سبحانه وتعالىٰ ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلاً (الاية) ولا يجوز أن يقلد الكافر القضاء على المسلمين ولا على الكفار وقال ابو حنيفة يجوز تقليد القضاء من اهل دينه (الاحكام السلطانية ص ٦٥ الباب السادس في ولاية القضا)

☆ قاضي ابويعلىٰ محمد بن حسين الفراء الحنبلي: فلا يجوز تقليد القضاء إلّا لمن كملت فيه سبع شرائط الذكورية والبلوغ والعقل والحرية والاسلام والعدالة والسلامة فيٰ لسمع والبصر والعلم...... واما الاسلام فلأنه الفاسق المسلم لايجوز أن يلي فأولى أن لايلي الكافر (الاحكام السلطانية ٦٠۔٦١)

☆ ويشرط في القاضي عشر صفات أن يكون بالغاً حراً مسلماً عدلاً سميعاً بصيراً مجتهداً الخ (الانصاف ۱۱/۱۷۶،۱۷۷)

☆ قال أبو قاسم ولا يولي قاضي حتي يكون بالغاً عاقلاً مسلماً حراً عدلاً عالما فقهيا ورعاً (المغنی لابن قدامہ ۹/۳۹)

<u>مذہب اہل ظواہر واہل حدیث:</u> ☆ ولا يحل أن يلي القضاء والحكم في شئي من أمور المسلمين واهل الذمة الا مسلم بالغ عاقل عالم بأحكام القرآن والسنة الثابة عن رسول الله ﷺ (المحلی لابن حزم ۶/۴۴۲)

☆ افلا يصح قضاء المقلد (غیر المجتہد) ولا الكافر ولا الصغيرة ولا المجنون ولا الفاسق (فقہ السنۃ ۳/۳۰۸)

<u>مذاہب اربعہ کا اتفاق:</u> ☆ أما الشرائط المتفق عليها بين أئمة المذاهب فهي ان يكون القاضي عاقلاً بالغاً حراً مسلماً بصيراً ناطقاً عالما بالاحكام الشرعية (الفقہ الاسلامی ۶/۷۴۳)

☆ ثالثاً الاسلام، لأن القضاء ولاية ولا ولاية لغير المسلم على المسلم فلا تقبل شهادة وليه لقول ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلاً واجاز أبو حنيفة تقليد عنبر المسلم القضاء بين اهل دينه (الفقہ الاسلامی ۷/۷۴۴)

اوراس شرط کی قید کیلئے قرآن پاک کی یہ آیت ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلاً (الایۃ) کافی ہے۔اس کے علاوہ اسلامی قانون قضاء کے لئے ضروری ہے کہ کسی شخص کے معاملے میں وہ آدمی قاضی بن سکتا ہے جس پر وہ شہادت کی اہلیت رکھتا ہو چونکہ ایک غیر مسلم شخص مسلمان کے خلاف گواہی نہیں دے سکتا اس لئے کہ اس غیر مسلم شخص میں ایمان نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان کے خلاف شہادت دینے کی اہلیت نہیں۔اور اس پر

رسول اللہ ﷺ کے دال ہیں۔ ملاحظہ ہو اعلاء السنن۔

تو اس دلیل کے پیش نظر بھی ایک غیر مسلم شخص مسلمانوں کے مقدمات کی سماعت اور فیصلہ کا اہل نہیں ہے البتہ غیر مسلم کی گواہی چونکہ دوسرے غیر مسلموں کے حق میں اور خلاف مقبول ہے اسلئے امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ اگر اُس غیر مسلم شخص میں دوسری شرائط قضاء موجود ہوں تو وہ غیر مسلموں کے مقدمات کا فیصلہ کرسکتا ہے۔ ان الکافر یجوز تقلید قضاء لیحکم بین اهل الذمة الدر المختار علی صدر والمحتار (۳۵۵/۵)

لہٰذا صورت مسؤلہ کا شرعی حل یہ ہے کہ ایک غیر مسلم خواہ کتنا ہی انصاف پسند، عادل اور اصول پسند کیوں نہ ہو مگر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے وہ باتفاق مذاہب اربعہ و دیگر فقہاء کے ہاں شرعاً اسلامی ریاست کا قاضی (جج) نہیں بن سکتا لہٰذا جب وہ ایک عام قاضی (جج) نہیں بن سکتا تو پھر ایک ایسی عدالت کا چیف جسٹس کیسے بن سکتا ہے جس کے ماتحت شرعی اپیلٹ بینچ بھی آتا ہو۔ جہاں تک آئین کا تعلق ہے تو اُس میں اِس شرط کا کہ پاکستانی عدالت کا جج مسلمان ہوگا یا اس کا سربراہ مسلمان ہوگا' کا ذکر نہیں۔

۷۳ء کے آئین میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی ترامیم: شیخ الحدیث 'مرد مجاہد حضرت مولانا عبدالحقؒ نے آئین میں اس کی کی نشاندہی پُر زور الفاظ میں آج سے کئی سالوں پہلے پارلیمنٹ کے سامنے پیش کی تھی۔ چنانچہ آپؒ کے پارلیمنٹ میں اسلامی جہاد پر مبنی دستاویز ''قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ'' میں موجود ہے۔

مولانا عبدالحق صاحبؒ کی ترمیم (نمبر ۱۴۵۴) یہ تھی کہ چیف جسٹس لازماً مسلمان ہونا چاہیے۔ ترمیم (نمبر ۱۴۶۹) بھی ضمنی طور پر اسی غرض سے متعلق تھی اس کے علاوہ مولانا عبدالحقؒ نے سپریم کورٹ کے ججوں کی شرائط اہلیت میں ترمیم (نمبر ۱۴۷۷) میں یہ اضافہ کرانا بھی ضروری سمجھا کہ ایسا کوئی شخص اس وقت تک عدالت عظمیٰ کا جج نہیں مقرر کیا جائے گا جب تک وہ دیگر شرائط مندرجہ کے علاوہ اسلامی قانون اور اس کے بنیادی مأخذ قرآن وسنت فقہ سے پوری طرح واقف نہ ہو۔ دفعہ نمبر ۱۹۳ کا تعلق عام عدالت عالیہ کے ججوں کی تقرری سے ہے۔ مولانا عبدالحق صاحبؒ نے یہاں نمبر ۱۵۱۹، نمبر ۱۵۲۰ کی شکل میں وہی ترامیم داخل کرائیں جو مسلمان مرد ہونے اور اسلامی قانون کے مأخذ اور اساس سے باخبر ہونے کے بارہ میں تھیں۔ (قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ ص ۱۷۰)

بدقسمتی سے اصحاب اقتدار نے اس کمی کو محسوس نہیں کیا' مگر مملکت خداداد پاکستان ایک اسلامی نظریہ کی بنیاد پر معرض وجود میں آیا ہے۔ لہٰذا اس نظریہ کے مطابق اس ملک میں ان اصول پر عمل کرنا چاہیے جو اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو تاکہ اس ملک کے نظریہ پر برا اثر نہ پڑے اور یہاں پر بسنے والوں مسلمانوں کے جذبات مجروح نہ ہوں۔

هذا ما ظهر لی والله اعلم

مختار اللہ حقانی (خادم دارالافتاء وشعبہ تخصص فی الفقہ)

جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ادارہ

مولانا سمیع الحق صلیبی دہشت گردی کے تعاقب میں

ہالینڈ اور نیٹو کے پارلیمانی وفود سے بات چیت

ہالینڈ ۵ مارچ۔(اسلام آباد) نیدرلینڈ سے آئے ہوئے پارلیمانی وفد سے پارلیمنٹ ہاؤس میں بریفنگ کے دوران جمعیت علماء اسلام کے سربراہ و سینٹر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا کہ یورپ اور نیدرلینڈ کو ہماری شکایت سن کر دنیا تک پہنچانی چاہیے کہ ٹیررازم کا نشانہ تمہاری پالیسیوں کی وجہ سے پاکستان بھی بنا ہوا ہے۔ ہمارے ۱۴ ارچودہ کروڑ عوام غیر محفوظ ہیں۔ سینکڑوں فوجی سپاہی قتل ہوئے' بے شمار شہری مارے جارہے ہیں' خودکش حملے مذہب کی وجہ سے نہیں بلکہ آزادی کی جنگ لڑنے والوں کا آخری حربہ ہوتا ہے مگر سارا نشانہ عالم اسلام ہے' کہیں بھی عراق اور افغانستان کے نتیجہ میں کسی یورپی ملک یا امریکہ میں خودکش حملہ نہیں ہوا۔ روس پاکستان کی قربانیوں کی وجہ سے ختم ہوا امریکہ اس کے نتیجہ میں سپر پاور بنا مگر سارا ملبہ ہم پر ڈال کر اب ہم سے صاف کرایا جارہا ہے۔ کسی بھی دہشت گردی کا تعلق کسی دینی مدرسہ سے نہیں آپ کے مطلوبہ لوگ ڈاکٹر' انجینئر اور آپ کے ہاں پڑھے ہوئے گریجویٹ ہیں۔ حضرت مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ ہم نے جب بھی امن معاہدہ کرانے کی کوششیں کیں امریکہ نے اسے سبوتاژ کردیا' وزیرستان میں نیک محمد کو بمباری سے ختم کیا اور معاہدہ نہ ہونے دیا' باجوڑ میں معاہدہ ہونے کے دن ہی دینی مدرسہ پر بمباری کر کے معاہدہ سبوتاژ کیا گیا۔ اب بھی امریکہ امن معاہدوں پر ناخوش ہے اور پاکستان پر حملوں کی دھمکیاں دے رہا ہے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ ایران پر حملہ سے سارا خطہ تباہ ہو جائیگا' پاکستانی قوم اس کو ہرگز برداشت نہیں کریگی

نیٹو : ۱۴ ارمارچ (اسلام آباد) جمعیۃ علماء اسلام کے سربراہ سینٹر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے نیٹو پارلیمانی اسمبلی کے وفد سے مطالبہ کیا کہ وہ اسلام اور عالم اسلام کے بارہ میں اپنی پوزیشن اور پالیسی کی وضاحت کرے کیونکہ سوویت یونین کے زوال کے بعد ۱۹۹۵ء میں نیٹو کے سیکرٹری جنرل ولی کلاس نے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ سوویت یونین کے شکست کے باوجود اصل خطرہ ہمارے لئے اسلام ہے اور اسی لئے نیٹو کا ادارہ قائم رہنا چاہیے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب یہاں پارلیمنٹ ہاؤس میں نیٹو کے اہم ارکان پر مشتمل وفد سے سینٹ کے خارجہ امور کمیٹی کے بریفنگ کے دوران اپنے خیالات کا اظہار کررہے تھے۔ حضرت مولانا مدظلہ نے فرمایا کہ سوویت یونین کے بعد نیٹو کو چاہیے تھا کہ وہ مظلوم اقوام کے خلاف بڑی طاقتوں کی جارحیت کو روکتا مگر اس وقت نیٹو پر استعماری طاقت اور سپر پاور کے لئے چھتری بنی ہوئی ہوئی ہے۔ لوگ اسے اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کے طرح امریکی عزائم کی تکمیل کا ایک ادارہ سمجھتے ہیں۔ حضرت مولانا مدظلہ نے فرمایا کہ جہاں بھی مسلمان ممالک اپنی آزادی اور سالمیت کی جنگ لڑ رہے ہیں مغربی اقوام اسے ٹیررازم بنادیتے ہیں' جبکہ آزادی کی حفاظت کا حق دنیا کے تمام اقوام کو ہے مگر آپ لوگ مسلمانوں کو یہ حق نہیں دیتے۔ حضرت مولانا مدظلہ نے نیٹو ارکان سے مطالبہ کیا کہ وہ ٹیررازم کی واضح تعریف اور حدود متعین کرائیں اور آزادی کی جدوجہد اور دہشت گردی میں فرق کیا جائے۔

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط و ترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
نائب مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ماجاء فی معالی الأخلاق

بلند مرتبہ اخلاق کا بیان

○ حدثنا أحمد بن الحسن بن خراش البغدادی أخبرنا حبان بن هلال اخبرنا مبارک بن فضالة ثنی عبدربه بن سعيد عن محمد بن المنكدر عن جابر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ان من أحبكم إلى واقربكم منی ملجسا يوم القيمة الثرثارون و المتشدقون والمتفيهقون ۔ قالوا : يا رسول الله قد علمنا الثرثارين والمتشدقين فما المتفيهقون ؟ قال المتكبرون......

وفی الباب عن أبی هريرة ... هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه

الثرثار هو كثيرا الكلام..... والمتشدق هو الذی يتطاول علی الناس فی الكلام ويبذو عليهم .... وروی بعضهم هذا الحديث عن جابر عن النبی صلى الله عليه وسلم ولم يذكر فيه۔ عن عبدربه بن سعيد وهذا أصح

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم میں سے مجھ کو سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن مجھے سب سے زیادہ قریب مجلس اور نشت والے وہ ہوں گے' جو تم میں سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہوں اور بیشک تم میں سے مجھے سب سے زیادہ مبغوض (نفرت کیا گیا) اور قیامت کے دن مجھ سے زیادہ دور' زیادہ باتیں کرنے والے اور تکلف سے فصاحت ظاہر کر کے بولنے والے اور دوسروں پر اپنے کلام کی حیثیت بڑھانے کے لئے منہ بھر کے بولنے والے (یعنی تکبر کرنے والے) ہوں گے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثرثارین اور متشدقین تو ہم جانتے ہیں' متفیہقین کون ہیں؟

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ تکبر کرنے والے ہیں۔ اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہوئی ہے۔ یہ حدیث اس طریق کے ساتھ حسن غریب ہے۔

ثرثار: زیادہ باتیں کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔ اور متشدق وہ ہوتا ہے جو باتوں میں دوسروں پر بڑھ جاتا ہو' زبان درازی کرتا ہو اور فحش زبان استعمال کرتا ہو۔ اور بعض نے یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور اس میں "عن عبدربہ ابن سعید" کا واسطہ ذکر نہیں کیا اور زیادہ صحیح بھی یہی ہے۔

توضیح وتشریح: اس باب میں بھی اخلاق حسنہ اور بلند مرتبے کے اخلاق کا بیان ہو رہا ہے۔ اور اخلاق حسنہ کی تفصیل ابواب البر والصلۃ میں مکمل طور پر بیان ہوئی ہے۔

عاشقان رسول ﷺ کیلئے موقع غنیمت: ان من أحبكم الى و أقربكم منى مجلسا

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق حسنہ کی اہمیت اور درجہ ذکر فرمایا ہے۔ کہ تم میں سے مجھ کو دنیا میں سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن سب سے زیادہ قریب بیٹھنے کی جگہ پانے والے وہ ہوں گے۔ جو تم میں سے بہترین اخلاق والے ہوں۔ پس اخلاق حسنہ کی بدولت دنیا و آخرت کی فلاح ونجات کے ساتھ ساتھ دنیا میں پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا شرف بھی حاصل ہوتا ہے' اور آخرت میں سردار دو جہان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب میں نشست ملنے کی سعادت بھی نصیب ہوتی ہے۔ پس عاشقان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غنیمت کا موقع ہے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور قرب حاصل کرنے کے لئے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے بتلائے گئے آسان نسخہ پر عمل کریں کہ اپنے اخلاق کو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کی طرح بنانے کی کوشش کریں نیز ہر قول و فعل کو محبوب کی اداؤں کو اپنا کر عشق و محبت کا لطف بھی حاصل کریں اور محبوب کو راضی کر کے قیامت کے دن قرب میں جگہ پالیں اور دیدار سے سرفراز ہوتے رہیں۔ پھر اس کے منفی پہلو کو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس طرح بیان فرمایا:

وان من أبغضكم الى و أبعدكم منى يوم القيمة الثرثارون الخ:

اور تم میں سے مجھے سب سے زیادہ برے لگنے والے اور قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ دور' ثرثارین' متشدقین اور متفیہقین ہوں گے۔ یہ دراصل برے اخلاق کی تفصیل ہے۔ یعنی بداخلاق لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ مبغوض ہیں اور قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ سے زیادہ دور ہوں گے۔ چنانچہ بیہقی کی ایک روایت میں اس طرح الفاظ آئے ہیں۔ وأبعدكم منى يوم القيمة مساويكم اخلاقا الثرثارون الخ۔ یعنی دنیا میں مجھے سب سے زیادہ مبغوض اور آخرت میں مجھ سے زیادہ دور تم میں سے برے اخلاق والے ہوں گے جیسے ثرثارون

(یعنی بلاضرورت زیادہ باتیں کرنے والے) الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ثرثاروں وغیرہ الفاظ دراصل برے اخلاق کی تشریح وتفصیل اوراس کے بعض اجزاء کا بیان ہے۔

الثرثارون: ثرثار کی جمع ہے۔ یہ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو بلاضرورت زیادہ باتیں کرتے ہیں اور ہر قسم کے رطب ویابس اور بے ہودہ گوئی سے بھی احتراز نہ کرتے ہوں۔ جیسا کہ بعض لوگ ہنسی مذاق کے لئے قسم قسم کے خرافات بکتے ہیں اور بعض لوگ اتنا زیادہ بولتے ہیں کہ پوری مجلس میں اول سے آخر تک کسی اور کو بات کرنے کی نوبت نہیں آتی۔ پشتو زبان میں کہا جاتا ہے کہ "فلانے ڈیرٌ ځرځرے دے" "ڈیر ځر ځر کوی" میرے خیال میں یہ ځرځر گویا دراصل "ثرثرۃ" سے نکل گیا ہے یعنی کثرۃ الکلام۔ زیادہ باتیں کرنا۔

واعظین ومقررین کیلئے لمحہ فکریہ: والمتشدقون: متشدق کی جمع ہے امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر کے مطابق متشدق اس کو کہا جاتا ہے کہ جو دوسرے لوگوں پر بات کرنے میں چڑھ آتا ہو۔ اوران کے ساتھ فحش گوئی بھی کرتا ہو۔ شدق دراصل منہ کے کونے (یعنی باچھوں) کو کہا جاتا ہے۔ گویا یہ تکلف کے ساتھ دوسروں سے زبان آوری کرتا ہو۔ اور منہ کھول کر تکلف کے ساتھ بھری بھری باتیں کرتا ہو گویا یعنی دونوں باچھوں سے بولتا ہے' تاکہ وہ اپنی باتوں سے حاضرین کو متاثر کرے اور حاضرین اس کی باتوں کی تحسین کریں۔ یہ بیماری اکثر واعظین حضرات کو لگی ہوئی ہے کہ اپنی باتوں کو پرکشش بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ اور اکثر مزاحیہ باتوں سے وعظ ونصیحت کو مزین کرتے ہیں۔ جس سے سامعین ہنستے ہیں' ایسے واعظین کے وعظ ونصیحت سے مجلس کی رونق افزائی تو ہوتی ہے' اور لوگ خوش ہوتے ہیں کہ مولوی صاحب نے بڑی اچھی تقریر کی۔ لیکن اس سے لوگوں کی اصلاح نہیں ہوتی' کیونکہ اس تقریر اور بیان کا مقصد ہی مجلس کو مزین کرنا ہوتا ہے۔ لہذا جاہل عوام کو تو یہ تقریر اچھی لگتی ہے۔ لیکن اصلاح نفس کے اثر سے خالی ہوتی ہے۔ ایسے شعلہ بیان مقرر کے تین گھنٹے ولولہ انگیز تقریر کے بنسبت ایک تبلیغی بھائی جو صرف دس دن تبلیغ میں لگا کر چند باتیں سیکھ لیتا ہے۔ اور وہی چھ نمبروں کی مختصر سی بات عوام کے سامنے بیان کرتا ہے' یہ زیادہ موثر ہوتی ہے کیونکہ اس کے دل میں دین کی تڑپ ہوتی ہے۔ اور وہ خلق خدا کا ہدایت پانے کے لئے دردمند ہے۔ اس جذبے سے جو بات کہی جائے وہ دل پر اثر انداز ہوتی ہے اور دل اسکو قبول کرکے اللہ تعالیٰ کے دین اوراس کی عبادت کی طرف مائل ہوتا ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

جیسا کہ (غوئے ملا) کہتے تھے کہ ساری دنیا ویران ہوگی لیکن ہمارا گاؤں ترکئ (جو کہ ضلع صوابی کا ایک گاؤں ہے) قائم رہے گا' کیونکہ کہ قرآن کریم میں ہے۔ وترکوک قائماً۔ والعیاذ باللہ

اور متشدقون کا ایک معنی مستھزؤن سے بھی کیا گیا ہے یعنی دوسروں کیساتھ استہزاء اور ٹھٹھا کرنے والے۔ گویا کہ وہ بات کرتے وقت باچھوں کو ٹیڑا کرکے لوگوں کیساتھ استہزاء کرتا ہو' جس سے دوسروں کی تحقیر ہوتی ہے۔

و المتفیھقون اس کی تفسیر حدیث میں متکبرون کے ساتھ کی گئی ہے۔ یہ لفظ فھق سے ماخوذ ہے اور فھق کے معنی ہے پُر کرنا اور کھولنا یعنی منہ کھول کر بھری بھری باتیں کرنے والے اور دوسروں پر اپنی بات بڑھانے کیلئے تکلف سے فصاحت ظاہر کر کے بولنے والے۔ گویا کہ یہ لفظ اور متشدقین کا معنی قریب قریب ہے تاہم اس میں دوسروں پر استعلاء اور اپنی بات کی حیثیت بڑھانے کا معنی ظاہر ہے۔ اس وجہ سے اس کی تفسیر حدیث میں "تکبر کرنے والے" کیساتھ کی گئی۔ وفی الباب عن أبی ھریرۃ: اس باب میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت جس کی طرف امام ترمذی رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے افادۂ خاص وعام کے لئے نقل کیا جاتا ہے۔

طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

أن أحبکم إلی أحاسنکم اخلاقاً الموطئون اکنافا الذین یألفون ویؤلفون وإن أبغضکم إلی المشاؤن بالنمیمة المفرقون بین الأحبة الملتمسون للبرأ العیب۔ (از تحفة الأحوذی) ترجمہ: تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہیں جو کہ اچھے اخلاق والے ہوں، نرم خو ہوں، اور وہ جو لوگوں کے ساتھ محبت کرتے ہوں۔ اور لوگ ان کے ساتھ محبت کرتے ہوں۔ اور تم میں سے مجھے زیادہ مبغوض (نفرت کیا گیا) وہ ہیں۔ جو چغل خوری کرتے ہوں، دوستوں کے درمیان تفرقہ اور توڑ ڈالتے ہوں، اور پاک اور نیک لوگوں میں عیب کی جستجو کرتے ہوں۔

باب ماجاء فی اللعن والطعن

لعنت بھیجنے اور عیب لگانے کا بیان

○ حدثنا بندار اخبرنا أبوعامر عن کثیر بن زید عن سالم عن بن عمر قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لایکون المؤمن لعاناً۔ وفی الباب عن ابن مسعود۔ ھذا حدیث حسن غریب۔ وروی بعضھم ھذا الحدیث بھذا الاسناد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال لاینبغی للمؤمن أن یکون لعاناً

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "مؤمن لعنت بھیجنے والا نہیں ہوتا" اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت آئی ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے اور بعض نے اس حدیث کو اسی اسناد کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ لاینبغی الخ یعنی جائز نہیں ہے مؤمن کے لئے کہ وہ زیادہ لعنت بھیجنے والا بنے۔

توضیح وتشریح: لعن اور لعنت کا معنی ہے، رحمت سے دوری اور بُعد اور طعن کا معنی ہے نیزہ مارنا اور مجروح کرنا اور مراد اس سے یہ ہے کہ کسی پر عیب لگانا اور غیبت وغیرہ کرنا، پھر کافر پر لعنت کا مقصد یہ ہے کہ بالکلیہ رحمت سے دور اور

رحمت سے منقطع ہونا اور فاسق پر لعنت کا مقصد ہے۔ اس رحمت سے دور ہونا جو کہ مطیعین اور فرمانبرداروں کیلئے خاص ہے۔ اور یہاں لعن سے مراد ہے کسی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کی بددعا کرنا۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو عام کردیا ہے دنیا میں تو کافر مسلمان، دوست اور دشمن سب کیلئے اللہ تعالیٰ کی رحمت عام ہے۔ پس مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ لعنت سے بددعا دینے کی عادت بنالے اور افراد کو لعنت سے بددعا دینے لگے۔ اور یہ ممنوعیت خاص اور معین اشخاص کے اعتبار سے ہے، پس عام اوصاف مذمومہ سے لعنت بھیجنا جائز ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ یہود پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ یا کوئی خاص کافر جب یقین کے ساتھ کفر پر اس کو موت آئی ہو اس پر بھی لعنت بھیجنا جائز ہے جیسے فرعون اور ابوجہل۔ اور لعّان مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اور اس میں کثرت کا معنی ہے۔ پس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مومن زیادہ لعنت بھیجنے والا نہیں ہوتا۔ مبالغہ کا صیغہ اسلئے استعمال کیا گیا ہے کہ کبھی کبھار لعنت بھیجنے سے اکثر مومنین کے لئے بچنا مشکل ہے۔ یعنی کبھی لعنت بھیجنا اکثر مومنین سے صادر ہوتا ہے۔ ابن الملک نے کہا ہے کہ صیغہ مبالغہ لانے سے اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ ایک دومرتبہ لعن بھیجنے والا اس مذمت میں داخل نہیں جو کہ اس حدیث میں کی گئی ہے۔

نوٹ: امام ترمذیؒ نے گزشتہ ابواب میں ایک باب قائم کیا ہے۔ باب ماجاء فی اللعنۃ اور اس میں عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کو متناً ذکر کیا ہے۔ جس میں لعّان اور طعّان دونوں کا ذکر ہے اور پھر یہ باب (باب ماجاً فی اللعن والطعن) قائم کیا جو کہ تکرار ہے نیز یہاں باب میں تو لعن اور طعن دونوں کو ذکر کیا لیکن متن حدیث میں صرف لعن کا ذکر ہے طعن ذکر نہیں لہذا اگر وہاں اس عنوان "ماجا فی اللعن والطعن" سے باب قائم کردیتے اور اس حدیث کو بھی وہاں نقل کردیتے تو بہتر ہوتا اور دوسرے باب قائم کرنے کی ضرورت نہ ہوتی اور مناسبت بھی اچھے طریقے سے قائم ہوجاتی۔ (از تحفۃ الأحوذی مع تغییر و زیادۃ)

باب ماجاء فی كثرة الغضب

زیادہ غصے کا بیان

○ حدثنا ابو كريب أخبرنا ابوبكر بن عياش عن أبي حصين عن أبي صالح عن أبي هريرة قال: جاء رجل إلى النبي ﷺ فقال: علمني شيئاً ولا تكثر على لعلي أعيه. قال: لاتغضب. فردد ذلك مرارا، كل ذلك يقول لا تغضب.

وفي الباب عن أبي سعيد وسليمان بن صرد. هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه. وأبو حصين اسمه عثمان بن عاصم الأسدي.

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرام (ا ے اللہ کے رسول ﷺ) مجھے کچھ سکھا دے لیکن مجھے زیادہ چیزیں نہ سکھائیں تا کہ میں یاد کرسکوں۔ تو رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: غصہ مت کرو' اس نے کئی بار اس سوال کو مکرر کیا۔ اور ہر مرتبہ رسول اللہ ﷺ یہی فرماتے تھے کہ غصہ مت کرو۔ اس باب میں حضرت ابوسعید اور سلیمان ابن صُرد سے بھی روایت آئی ہے۔۔۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اس طریق کیساتھ۔۔۔ اور ابو حصین جو ہیں ان کا نام عثمان بن عاصم اُسدی ہیں۔

توضیح وتشریح: اس باب میں غصہ کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ لیکن نفس غضب اور غصہ تو انسان کی فطرت اور جبلت میں موجود ہے۔ اس سے بالکلیہ بچنا انسان کے لئے محال ہے۔ اور اس کے بعض فوائد بھی ہیں۔ مثلاً اس خصلت کی بدولت انسان اپنے مال' جان اور آبرو کی حفاظت کرتا ہے۔ اور دین حق کے تحفظ کے لئے جہاد کرتا ہے' اور اس کے مخصوص اور محفوظ حقوق میں اگر کوئی مداخلت کرتا ہے تو اس کو غصہ آتا ہے اور یہ فوراً اپنے حقوق کے تحفظ اور دفاع کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور اسی قوت غضبی کے بدولت دوسرے لوگ بھی اس کے مخصوص حقوق میں دخل اندازی سے باز رہتے ہیں۔ کیونکہ ان کو یہ خوف لاحق ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے یہ غصہ ہو کر کوئی آفت نازل کرے گا۔ تاہم کثرت غصہ شنیع ہے' جس کی وجہ سے انسان بہت سے گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے' اور بسا اوقات اس سے بڑا فتنہ وفساد برپا ہوتا ہے' پس زیادہ غصہ سے منع فرمایا۔

غضب کی تعریف: غصہ اور غضب خونِ دل کے جوش مارنے کو کہا جاتا ہے' یا ایک عارضہ ہے جسکے بدولت دل کا خون جوش مارنے لگتا ہے تاکہ تکلیف دہ اور ناپسندیدہ چیز کے واقع ہونے سے قبل اسے دفع کرلے۔ یا ایسی چیز کے واقع ہونے کے بعد اس کا انتقام لے لے۔

علمنی شیئاً: مجھے کچھ سکھا دے' یعنی مجھے کوئی ایسی خاص چیز سکھا دے جس میں دین اور دنیا کا فائدہ ہو اور اجر وثواب زیادہ جو کہ قرب الٰہی کا سبب بنے۔

ولا تکثر علی لعلی أعیہ: اور مجھے زیادہ چیزیں نہ سکھا دے تاکہ میں یاد کرسکوں' یعنی میں زیادہ سبق یاد نہیں کرسکتا ہوں مجھے مختصر اور مفید سبق سکھا دے تاکہ مجھے یاد کرنا آسان ہو۔

لاتغضب: غصہ مت کرو۔ اس آدمی کو رسول اللہ ﷺ نے غصہ نہ کرنے کا حکم فرمایا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ حضور ﷺ کو پہلے سے سائل کا حال معلوم تھا کہ یہ زیادہ غصہ کرتا ہے۔ گھر والوں کیساتھ' والدین بیوی' بچوں' بہن بھائیوں اور دیگر لوگوں کیساتھ ہر وقت غضبناک رہتا ہے۔ معمولی معمولی بات پر غصہ ہو کر لڑتا جھگڑتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ ہر آدمی کو اسکے حال کی مناسبت سے بہتر سے بہتر تعلیم دیتے تھے۔ اس وجہ سے اس کو غصہ نہ کرنے کا حکم فرمایا۔

فردد ذلک مراراً: سائل یہی سوال بار بار مکرر کرتا تھا تاکہ اس کے علاوہ اور بھی کچھ ارشاد فرمائیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ جواب میں صرف یہی ارشاد فرماتے تھے کہ غصہ مت کرو کیونکہ اس آدمی کے لئے یہی حکم دینا زیادہ ضروری تھا۔ پس تاکید کے ساتھ یہی حکم مکرر ارشاد فرمایا۔ نیز اس آدمی نے خود عرض کیا تھا کہ مجھے زیادہ سبق نہ سکھائیں۔ اسلئے اس آدمی کے حسب حال جو کچھ سکھانا سب سے زیادہ اہم تھا' صرف اسی کو تکرار وتاکید کیساتھ سکھایا۔

ربیع الاول کی مناسبت سے:

مولانا حذیفہ غلام وستانویؒ
جامعہ اسلامیہ اشاعۃ العلوم ئنندوربار انڈیا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر طبقہ بشری کیلئے بہترین نمونہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ مسلمان ہی نہیں ساری انسانیت کے ہر طبقہ کیلئے بہترین نمونہ ہے اسی لئے قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اے لوگوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے "لکم" اور "اسوۃ" دونوں میں عموم ہے یعنی تم سب کے لئے چاہئے تمہارا تعلق انسانیت کے کسی بھی طبقہ سے کیوں نہ ہو چاہے امیر ہو یا غریب معلم ہو یا متعلم نوجوان ہو یا بوڑھا بچہ ہو یا ادھیڑ عمر شوہر ہو یا باپ فاتح ہو یا مفتوح غالب یا مغلوب بادشاہ ہو یا رعایۃ امام ہو یا مقتدی، واعظ ہو یا یتیم۔ بہرحال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر ایک کے لئے ایسا نمونہ ہے کہ جس پر چل کر اللہ کی خوشنودی حاصل ہو سکتی اور انسان دارین کی کامیابیوں سے ہم کنار ہو سکتا ہے۔ جب تک امت نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا آئیڈیل بنائے رکھا، امت کامیابی وکامرانی کی عزت ووجاہت کی منزل کو طے کرتی گئی اور جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اعراض کیا پستی اور تنزلی کی طرف آنے لگی اگر کوئی کہے کہ مسلمان تعلیم اور ٹیکنالوجی نہ حاصل کرنے کی وجہ سے یا مال دولت کی کمی کی وجہ سے قیادت وسیادت سے ہاتھ کھو بیٹھا تو یہ اس کی حماقت اور بے وقوفی ہے اس لئے کہ جن مسلم ممالک نے تعلیم وٹیکنالوجی حاصل کی وہ بھی آج تک ترقی کو نہیں پہونچ سکے، کیا آپ نے ترکی اور ایران، ملیشیا، ترکستان، پاکستان، لیبیا، شام کو نہیں دیکھا کیا انہوں نے ٹیکنالوجی حاصل کر کے دنیا میں اپنا مقام نہیں بنایا، کیا روشن خیالی اور مغربیت کے نعرے نے ترکی کو کسی بھی میدان میں عزت سے ہم کنار کیا؟ اللہ امت کی کمال اتاترک جیسے لوگوں سے حفاظت فرمائے اور کسی بھی اسلامی ملک کو گمراہ رہبروں سے دوچار نہ کرے جو سنت نبویؐ کے خلاف کھلے عام بغاوت کا اعلان کرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف ارشاد فرمادیا: لایصلح آخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولہ او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اس امت کے آخری دور کے افراد کی فلاح وصلاح اسی چیز سے ہو سکتی ہے جس سے پہلے لوگوں کی ہوئی اور آپ جانتے ہیں کہ صحابہ اور ہمارے اسلاف کو کامیابی سنت نبوی پر چل کر ہی ملی کیا ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے پاس کوئی ٹیکنالوجی تھی؟ نہیں نہیں! وہ بیچارے اس زمانے کے صحیح ہتھیاروں سے بھی عاری تھے، مگر سنت پر چل کر ان کی دوسو کی جماعت بھی ہزار کو، دس ہزار کی جماعت

اس زمانہ کی سپر پاور قیصر وکسریٰ کی مسلح فوجوں کو بھی شکست وہزیمت سے دوچار کر دیتی تھی۔ ذرا ہمارے صحابہ اور اسلاف کی تاریخ کی ورق گردانی کر کے دیکھ لو معلوم ہو جائے گا کہ ان کی کامیابی کا راز سنت نبوی کے علاوہ اور اسوۂ نبوی علی صاحبھا الف الف تحیۃ وسلام کے علاوہ کوئی چیز نہیں؟ لہٰذا ہم یہاں پر صرف ہر طبقہ کے افراد کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مراحل کی نشاندہی کرنا چاہیں گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کون حصہ کس طبقہ بشری کے لئے مشعل راہ ہے۔ تو آیئے میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو مرحلہ وار معلوم کر کے آج ہی اس پر عمل پیرا ہونے کا پختہ عزم کریں۔ اللہ رب العزت ہم مسلمانوں کو تمام گمراہ لوگوں کی پیروی سے نکال کر نبی آخر الزماں علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام کی اتباع کرنے کی حتی الامکان توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

<u>میرے نبی کی زندگی کا نقشہ</u> (۱) اے مسلمان اگر صاحب ثروت اور مالدار ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ جس میں آپ نے بعثت سے پہلے حجاز اور شام کے درمیان تجارت کی اور اسی طرح ان ایام کا بھی مطالعہ کر جس میں آپ بحرین کے خزانہ کے مالک بن گئے۔ اسی لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت میں نہ کسی کو دھوکہ دیا، نہ کسی سے جھوٹ کلام کیا اور حرام کمائی کے قریب بھی گئے اور نہ کبھی وعدہ شکنی کی اور نہ کبھی شریک کے ساتھ خیانت کی گویا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر مسلمان تاجر اور مالدار کے لیے قابلِ تقلید ہے۔

(۲) اور اگر اے مسلمان تو تہی دست وتہی دامن ہے تو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ان ایام کا مطالعہ کر جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب میں محصور کر دیئے گئے تھے اور ان ایام کا بھی مطالعہ کریں جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ آ کر گذارے۔ ایسے سخت حالات آئے کہ کبھی فاقہ کی نوبت تک آجاتی مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے سامنے ہاتھ دراز نہ فرماتے تھے بلکہ صبر وتحمل سے کام لیتے تھے، لہٰذا غریبوں کے لئے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قابل تقلید ہے۔

(۳) اور اگر اے مسلمان تو بادشاہ ہے نبی کریم صلی اللہ کی زندگی کے ان ایام کا مطالعہ کر جس میں آپ پورے جزیرۃ العرب پر قابض ہو گئے مگر آپ نے کبھی بھی کسی پر ظلم نہیں کیا، نہ کسی سے مال ظلماً لیا اور نہ کسی کو ظلماً قتل کیا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے شمار اپنے جانی دشمنوں کو معاف کر دیا، صرف معاف ہی نہیں کیا ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا۔

(۴) اور اے مسلمان اگر تو کسی ملک میں رعایہ کی حیثیت سے آباد ہے تو مطالعہ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ایام کا جس کو آپ نے مکہ میں گذارے نہ کبھی چوری ڈکیتی کی، نہ کسی کو ستایا، بلکہ ظالموں کے ظلم پر صبر کرتے رہے اور یتیموں مسکینوں اور ضعیفوں کی نصرت کرتے رہے۔ اسی لئے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا تھا: واللہ لایخذیک اللہ ابداً۔ اللہ آپ کو کبھی بھی رسوا نہ کرے گا۔ کیوں کہ آپ مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں، یتیم و

غریبوں کی مدد کرتے ہیں بلکہ حضور صلی اللہ عیلہ وسلم کو بعثت سے پہلے بھی لوگ الصادق الامین کہتے تھے معلوم ہو رعایہ کے لئے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم قابل تقلید ہیں۔

(۵) اور مسلمان اگر کو فاتح ہے تو مطالعہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ایام کا جب آپ نے مکہ کو فتح کیا اور جانی دوشمنوں کے بارے میں بھی اعلان کر دیا: لاتثریب علیکم الیوم ۔ اے اہل مکہ آج تم پہ کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ معلوم ہوا فاتح کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نمونہ ہے، نہ کہ امیر یکہ اور روس، نہ برطانیہ۔

(۶) اور اے مسلمان اگر تو شکست خوردہ (اللہ تیرے لئے کبھی بھی شکست مقدر نہ کرے)، تب بھی مطالعہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ان ایام کا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم احد میں ابتداء شکست سے دوچار ہوئے مگر کوئی آہ واویلا نہ کیا۔

(۷) اے مسلمان اگر تو معلم اور استاد ہے تب بھی حضور کی زندگی ان ایام کا مطالعہ کر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں بیت ارقم ابن ارقمہ میں اور مدینہ آنے کے بعد مسجد نبوی اور صفہ میں صحابہ کو دین سکھاتے تھے کتنا عمدہ اسلوب تھا نبی کی تعلیم دینے کا کہ ایک بات کو تین مرتبہ دہراتے تھے تاکہ ہر ایک سمجھ میں آجائے سوال کرنے والے کے سوال کا مقتضی حال کے مطابق جواب دیتے تھے۔ نہ خفا ہوتے تھے اور نہ ناراض ہوتے تھے۔

(۹) اور اے مسلمان اگر تو طالب علم ہے تو مطالعہ کر ان ایام کا جب کے وحی لے کر جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آتے تو آپ پوری توجہ اور رغبت کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہو جاتے نہ کبھی ان کی گستاخی کرتے اور نہ ان کے سامنے بے ادبی سے کام لیتے بلکہ تواضع اور انکساری کے ساتھ کام لیتے تھے۔

(۱۰) اور اے مسلمان اگر تو واعظ ہے تو مطالعہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ان کے ایام کا جب مدینہ میں صحابہ کو کبھی درخت کے پاس کھڑے ہو کر، کبھی مسجد کے منبر پر بیٹھ کر فصیح و بلیغ الفاظ میں وعظ دیتے نہ بہت طویل وعظ دیتے اور نہ بہت قصیر، بلکہ درمیانہ روی اختیار کرتے اور احوال کو دیکھ کر وعظ دیتے، یہاں تک کہ مجلس ایسی متاثر ہوتی کہ رونے لگتی۔

(۱۱) اور اگر اے مسلمان تو یتیم ہے تو مطالعہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین بچپن میں رحلت فرما چکے تھے۔ پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ سلم نے کتنا عمدہ بسر کیا۔

(۱۲) اور اگر تو صغیر السن ہے تو مطالعہ کر ان ایام زندگی کا جن کو آپ نے حلیمہ سعدیہ کے گھر پر گزارے کہ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ چراگاہ جاتے تھے اور کبھی آوارہ اور اوباش لڑکوں کے ساتھ وقت نہیں گزارتے تھے۔

(۱۳) اگر تو نوجوان ہے تو مطالعہ کر آپ ان ایام شباب کا جسکو آپ ﷺ نے مکہ والوں کی بکریاں چرا کر گذارے، نہ کبھی کسی گانے کی محفل میں گئے اور نہ کبھی کسی بری حرکت کا ارتکاب کیا، بلکہ شریف اور صادق وامین (بقیہ صفحہ ۴۳ پر)

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوارالحق صاحب
ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اسلام میں اپنے نفس اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی نہ کرنے والوں کا مؤاخذہ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فعن عائشةؓ و ابن عمرؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال مازال جبرائیل یوصینی بالجار حتی ظننت انه سیورثه (بخاری و مسلم)

ترجمہ: ”حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ نبی کریمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حضرت جبرائیلؑ مجھ کو ہمیشہ ہمسایہ کے حق کا خیال رکھنے کا حکم دیا کرتے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ حضرت جبرائیلؑ عنقریب پڑوسیوں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دیں گے۔“

عرصہ حیات دارالعمل ہے: محترم حضرات آپ کو معلوم بلکہ یقین ہے کہ دنیا کی یہ زندگی عارضی، چند روزہ یا محدود سالوں پر مشتمل فانی اور جلد ختم ہونے والی ہے۔ یہ دارالعمل ہے اللہ نے انسان کو صرف اس غرض سے پیدا فرمایا کہ اس عرصہ حیات میں خالص اسی کی عبادت و فرمانبرداری کے راستوں کو اختیار کر کے اس کی ناراضگی سے بچا جائے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وما خلقت الجن والانس الالیعبدون (ترجمہ) میں نے انسان اور جن کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا (سورۃ الذاریات)

جب انسان دارالبقاء کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اور یہ بھی ہمارے ایمان و عقیدہ کا لازمی جزو ہے کہ اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف منتقل ہونے کے بعد اپنے مالک و خالق کے حضور پیش ہو کر اس کی دنیا میں دیتے ہوئے احکام کی پابندی کے بارہ میں جواب دینا ہے اور یہ بھی آپ بار بار قرآن و حدیث کی روشنی میں سنتے چلے آرہے ہیں کہ سب سے زیادہ پوچھ کچھ اور سختی ان اعمال پر ہوگی جو انسانی حقوق کی ادائیگی یا عدم ادائیگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ انسانی حقوق غصب کرنے کی نہ معافی کا امکان ہے اور نہ بدلہ قبول کیا جائے گا۔ اگر بدلہ دینا ہوگا بھی تو اس صورت میں کہ غاصب سے نیک اعمال اگر نامہ اعمال میں ہیں اس سے لے کر جس کا حق مارا گیا ہے اسے دے کر آخر میں اس کے گناہوں کا

بوجھ بھی غاصب کے کندھوں پر ڈالنے کے بعد واصل جہنم کردیا جائے گا۔قرآنی تعلیمات کی روشنی میں قیامت کے روز ہر فرد کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار اس کے عمل نامہ پر ہے۔اگر عمل نامہ نیکیوں اور اللہ کی مرضیات پر چلنے والے اعمال پر مشتمل ہے تو مزے اور نجات ہی نجات ہے بصورت دیگر سب سے بڑا اور دردناک عذاب ایسے لوگوں کے لئے تیار ہوگا جو مالک کائنات کی خدائی میں اس کی مخلوق کے حقوق مثلاً جان و مال عزت و آبرو پر ڈاکہ ڈال کر اس دنیا سے بے آبرو رخصت ہو چکے ہوں

<u>انسانی حقوق اور آخرت میں مؤاخذہ</u>: اگر مسلمانوں کو دوسروں پر ظلم و زیادتی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ہے تو سید الانبیاء ﷺ کے اس فرمان کو ہر وقت ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا۔فرمان نبوی ﷺ ہے: من كانت له مظلمة لأخيه في مال اوعرض فليأته فليستحلها منه قبل ان يؤخذ او تؤخذ وليس عنده، دينار ولا درهم فأن كانت له، حسنات أخذ من حسناته فأعطيها هذا والا أخذ من سيئات هذا فجعلت على سيأته۔ (ترجمہ) جس نے اپنے (مسلمان) بھائی پر مال یا عزت کے متعلق ظلم و زیادتی (حق تلفی) کی ہو سو اسے چاہیے کہ وہ اس کے پاس جاکر مؤاخذہ سے پہلے اپنے آپ کو معاف کرلے (کیونکہ) مواخذہ کے وقت اس کے پاس (مظلوم کو دینے کیلئے) نہ دینار ہوں گے نہ درہم اگر اسکے پاس نیکیاں ہوں تو اس سے نیکیاں لیکر حساب کتاب پورا کردیا جائیگا وگرنہ مظلوم کی برائیاں اٹھا کر ظالم کے برائیوں کے کھاتہ میں جمع کردی جائیں گی۔

اگر امت مسلمہ دل و جان سے چاہے کہ ان کی ذلت' عزت سے' مغلوبیت غالب آنے سے غربت و بیچارگی' مالداری اور مستغنی عن غیر اللہ سے بدل جائے تو اس دینا میں باعزت اور ایک آزاد و خود مختار بننے کی شرط یہ ہے کہ اللہ کی بندگی' اطاعت' حضور ﷺ کے اسوہ کو اپنا کر اللہ کے حاکمیت اعلیٰ کو تسلیم کرلیں۔پھر اللہ کے احکامات و فرمودات کے شرائط میں ایک اہم و لازمی تصور و عقیدہ یہ بھی ہے۔

<u>مالک کی مرضی کے خلاف تصرف کا حکم</u> کہ اس عالم کے تمام اشخاص و املاک اللہ ہی کے ہیں' وہی اس کا حقیقی مالک ہے۔ہمارے ملکیت میں جو کچھ ہے وہ ہمیں عاریۃً و امانت کے طور پر دی گئی ہیں۔جب سب کچھ کا مالک اللہ جل جلالہ ہے تو اس کی ملکیت میں اس کے مرضی کے خلاف تصرف بھی اس سے غداری کرنے کے مترادف ہے اب کسی کو یہ اجازت نہیں کہ وہ اللہ کی مرضی کے خلاف اللہ کے بندوں پر مطلق مالکانہ اقتدار مسلط کرنے کی کوشش کرے اور نہ اس کا جواز ہے کہ کسی انسان کے ساتھ ایسا سلوک کرے یا ایسے امور پر مجبور کرے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ ہیں۔

جب قلوب میں یہ عقیدہ راسخ ہوجائے تو پھر اخلاق نبوی ﷺ کی تعلیمات پر پابندرہ کر بھی کوئی انسان دوسرے انسان یہاں تک کہ خود اپنی جان سے بھی ایسا سلوک نہیں کرسکتا جو انسان کے مالک حقیقی کے حکم کے خلاف ہو حتیٰ کہ کسی جانور کے ہلاک کرنے کو بھی بغیر الٰہی اجازت کے گناہ کبیرہ سمجھتا ہے۔

اسلام میں ادائیگی حقوق کا نظام　　اسلام ایسا عالمگیر اور جامع مذہب ہے جس میں اسلام سے پہلے کے تمام مذاہب کی خوبیاں بدرجہ اتم موجودہ ہیں جس قدر خوبیاں ادیان سابقہ میں انفرادی طور پر موجود تھیں۔ ہمارے دین حقہ نے ان تمام کمالات' اعمال حسنہ اور اخلاق طیبہ کو اپنے اندر سمودیا ہے۔ درحقیقت اسلام تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ ادیان کا اکثر و بیشتر تعلق مخصوص علاقہ' مقرر کردہ وقت' متعین زمانہ' خاص قوم سے رہا' اس کے مقابلہ میں اسلام اور دین محمدیؐ کے احکامات وتعلیمات وحسن معاشرہ واخلاق حسنہ کا تعلق زندگی کے ہر شعبہ و ہر فرد کے ساتھ ہے تاروز قیامت قائم ودائم رہنا اور اس پر عمل ہر فرد کیلئے لازم ہے۔ انہی تعلیمات میں ایک بہت بڑا حصہ حقوق کی ادائیگی کا ہے۔ جس کا دامن اتنا وسیع وعریض ہے کہ جو حقوق اسلام نے مقرر کئے ہیں ہر ایک پر بحث کے بغیر ان حقوق کے صرف ذکر اور نام بیان کرنے کیلئے ایک طویل وقت درکار ہے' جہاں اللہ کے حقوق کے ادائیگی پر زور ہے تو ساتھ ہی اپنے نفس' والدین' اولاد' بھائی بہنوں' قرابتداروں' یتیم' خاوند' بیوی' پڑوسی' دوست' مہمان' مزدور' مالک' جانور' مسلمان حتی کہ کفار کے حقوق کی ادائیگی کو بھی تکمیل ایمان کا لازمی جز وقرار دیا گیا۔ سب سے پہلے میں نے آپ کو اپنے اپنے نفس کے حقوق پورے کرنے کا ذکر کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ جو انسان اپنے نفس کا حق ادا کرے گا تو دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کو بھی تکمیل ایمان کا لازمی جز وقرار دیا گیا۔ جسے اپنے نفس کے حق کو پورا کرنے کیلئے اس کے پاس وقت نہیں یا احساس ہی نہیں تو اس سے یہ توقع رکھنا کہ مخلوق خدا کے حقوق کی رعایت ملحوظ خاطر رکھے گا عبث ہے۔

ادائیگی حقوق پر انتباہ: رحمۃ للعالمین کو جب ایک صحابی کے بارہ میں معلوم ہوا جو اکثر دن کو روزہ رکھتے اور رات کو تہجد و نوافل میں مصروف رہتے اس کو اپنے نفس ودیگر حقوق کی ادائیگی پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص عن النبی ﷺ قال فلا تفعل صم وا فطر وقم ونم فان لجسدک علیک حقا وان لعینک علیک حقا وان لزوجتک علیک حقا وان یحسبک ان تصوم کل شھر ثلثۃ ایام فان لک بکل حسنۃ عشر امثالھا فان ذالک صیام الدھر کلہ (بخاری) (ترجمہ) (ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے) ''تو یہ کام مت کر روزہ رکھ اور افطار بھی کر' رات کو کھڑا بھی ہو اور سویا بھی کرو۔ کیونکہ تمہارے بدن کا تجھ پر حق ہے' تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے' تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے' تیرے مہمان کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہیں ہر ماہ میں صرف تین روزے کافی ہیں۔''

کیونکہ ہر نیکی　کا ثواب دس گناہ ملے گا' تو تین کے تیس روزے ہوئے' گویا تو ساری عمر روزے سے ہوا۔

ایک نیکی پر دس اجر' تین روزوں پر تین کو دس میں ضرب دے دیں تو تیس ہوئے۔

عبادت میں اعتدال کی ہدایت:　　آپ اندازہ لگائیں کہ اپنے جسم کی حفاظت اور اسکے حقوق کی محافظت کا اس شدومد سے مطالبہ کیا جارہا ہے کہ عبادات بھی اگر اس انداز سے ادا کئے جائیں کہ ان سے جسم انسانی پر برا اثر

پڑے تو ایسے عبادات میں میانہ روی کا حکم دیا گیا' کیونکہ یہ جسم جو کہ سینکڑوں اعضاء پر مشتمل ایک کارخانہ ہے۔اس کے ہر پرزے کے استعمال میں اس کو ضائع اور خراب ہونے سے بچاتا ہے۔دنیاوی زندگی کا معمول ہے کہ اگر ایک گاڑی آپ خرید کر چلانے کیلئے ڈرائیور کے حوالہ کردیں تو قدم قدم پر اسے پابندی کرنی پڑے گی کہ اس امانت کے ایک ایک پرزے کو اس کے طے شدہ اصول وقواعد کے مطابق زیر استعمال لاتا ہے۔اگر مقررہ حدود سے تجاوز کی کوشش کی جائے تو گاڑی کے خریدنے اور استعمال کا جو مقصد ہوتا ہے وہ باقی نہیں رہتا۔

زندگی بھی ایک امانت ہے یہی کیفیت انسان کے اپنے جسم ونفس کا جو امانت الٰہی ہے اسے بھی اپنی طاقت اور بساط سے زیادہ استعمال کرنے سے اللہ کے اس امانت میں زیادتی کرنا قرار دیا گیا ہے۔بعض نادان اس جسم کو اپنی ذاتی ملکیت قرار دے کر اسے ختم کردینے کو بھی اپنا بنیادی حق سمجھتے ہیں جبکہ جان ایک قیمتی امانت ہونے کے ناطے اس کی حفاظت کرنا لازمی ہے۔اللہ کے احکامات اور فرمان واجازت کے بغیر اس امانت کی ہلاکت جرم عظیم ہے یہ جرم جس کو خودکشی سے تعبیر کیا جاتا ہے کی سزا انتہائی دردناک ہے۔ارشاد باری جل جلالہ ہے:

ولا تقتلو انفسکم (ترجمہ) اپنے جانوں کو قتل نہ کرو۔(سورۃ نساء' آیت نمبر ۲۹)

خودکشی کا حکم: اسی طرح آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من تردی من جبل فقتل نفسہ فی نار جھنم یتردی فیھا خالدا مخلدا فیھا ابدا ومن تحسی سما فقتل نفسہ فسمہ فی یدہ یتحساہ فی نار جھنم خالدا مخلدا فیھا ابدا ومن قتل نفسہ بحدیدۃ فحدیدتہ' فی یدہ یتوجأ بھا فی بطنہ فی نار جھنم خالد مخلدا فیھا ابدا (بخاری ومسلم) (ترجمہ) حضرت ابوہریرۃ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جس شخص نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر خودکشی کی وہ شخص ہمیشہ جہنم میں گرایا جائے گا۔اور وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اس سے کبھی نہیں نکلے گا۔اور جو شخص زہر پی کر اپنے آپ کو ہلاک کرے گا اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ دوزخ کی آگ میں پیئے گا وہ اس جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہے گا اس سے کبھی نہیں نکلے گا۔اور جس شخص نے لوہے کے ہتھیار (مثلاً چھری' گولی وغیرہ) سے اپنے آپ کو ماردیا اس کا وہی آلہ قتل دوزخ کی آگ میں اس کے ہاتھ میں ہوگا جس کو وہ اپنے پیٹ میں داخل کرے گا اور دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخل ہوکر اس سے کبھی نہ نکلے گا۔"

آپ کو معلوم ہے کہ اس زمانہ میں ہر ملک کے قانون میں اپنی جان کو ختم کرنا قابل مواخذہ جرم ہے۔لیکن جہاں تک شریعت کا تعلق ہوگا یہ حدیث سن کر آپ کو خود اندازہ ہوا ہوگا کہ اسلام کی رو سے اس جرم کی کتنی شدید سزا ہے۔اس کی وجہ جیسے کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں صرف اور صرف یہی ہے کہ اس کے جسم کا حقیقی مالک وخالق اللہ کی ذات ہے۔اس میں جو تصرف ہو اس کی مرضی سے ہو۔اپنے آپ کو ہلاک کرنا دوسرے کی ملکیت میں ایسی دخل اندازی' کی وزیادتی جس کی اجازت مذہب میں نہ ہو' اسلام کی روشنی میں ایسے عمل کو گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی بیان کردہ ایک مثال والد مکرم حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک کمہار جب اپنی محنت و مزدوری کے نتیجہ میں معمولی مٹی اور گارے سے ایک گڑھا یا مٹکہ بنا دیتا ہے جو اس کے صنعت اور کسب کا شاہکار ہوتا ہے۔ وہ بنائی ہوئی چیز اگر چند ٹکوں کی بھی ہو بنانے والا اپنے کسب و مزدوری کی عظمت کے پیش نظر اپنی مصنوع کی توڑ پھوڑ کو اپنی بے عزتی سمجھتا ہے' ایک خوددار اور عزت نفس والا غریب کسب گر بھی یہ برداشت نہیں کرے گا کہ کوئی اسے کہے کہ دو روپے کی بجائے دس روپے لو مگر اسے لے کر تمہارے سامنے پاؤں کے نیچے رکھ کر ریزہ ریزہ کردوں گا۔ تو وہ احسن الخالقین ذات بالا و برتر جس نے انسان کو خوبصورت' متناسب اور متوازن حسین و جمیل شکل و صورت سے نوازا۔ وہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ انسان اسے ہلاک کردے۔ یا اتنی مشقت اور ناقابل برداشت عمل سے دوچار کردیکہ وہ ہلاکت کے قریب پہونچ جائے۔ قرآن و حدیث کی واضح تعلیمات میں مسلمان کو ایسے غیر شرعی افعال حتیٰ کہ اعتدال اور استطاعت سے بڑھ کر ایسی عبادات اور معمولات جن سے بدن پر برے اثرات کے رونما ہونے کے امکانات ہوں سختی سے منع کیا گیا۔ رب کائنات کا فرمان ہے کہ اپنے آپ کو ایسے مواقع میں جہاں ہلاکت کے خطرات ہوں بغیر کسی شرعی مصلحت کے مبتلا نہ کریں۔ اپنے نفس کیساتھ جو ہمارے مرضی میں آئے سلوک و تصرف کی ہمیں قطعاً اجازت نہیں۔

عبادت و ریاضت میں استطاعت سے زیادہ مشقت کی مذمت: ایک راویہ جس کا نام مجیبۃ الباھلیہ ہے' وہ اپنے باپ یا چچا سے حضورﷺ کی ملاقات کا ذکر کررہی ہے کہ ایک دفعہ میرے باپ یا چچا نبی آخرالزمانﷺ کے پاس ملاقات کے لئے آکر واپس چلے گئے۔ تقریباً ایک سال کے بعد دوبارہ آنحضرتﷺ کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ اس ایک سال کے دوران اس کی شکل و صورت میں کافی تبدیلی آچکی تھی۔ اس نے اپنا تعارف کرتے ہوئے حضورﷺ سے عرض کیا کہ میں کون ہوں؟ آپﷺ نے نام وغیرہ کا پوچھا تو اس نے عرض کیا میں وہی باہلی ہوں جو ایک سال قبل آپ سے مل چکا تھا۔ آپﷺ نے فرمایا اس دوران تو آپ کی شکل کافی بدل چکی ہے۔ گویا نقاہت و کمزوری آچکی تھی۔ اس صحابیؓ نے کہا کہ جب سے گزشتہ سال آپ سے رخصت ہوا ہوں صرف رات کو کھانا کھا کر دن کو ہمیشہ روزہ سے رہتا ہوں۔ آپﷺ نے فرمایا کہ تم نے اپنے نفس کو کیوں عذاب میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ خلاصہ یہ کہ محسن انسانیتﷺ نے اسے بدن کے حقوق کا خیال رکھنے کی تلقین کرکے مسلسل نفل روزوں سے منع فرمایا۔ یہی وہ خصوصیت ہے ہمارے دین حقہ کا کہ اس کے احکامات اپنی عقل و فہم پر انحصار کرنے کی بجائے شریعت کے مطابق عمل کرنے میں نہ حق تلفی ہوتی ہے اور نہ اللہ کی ناراضگی کا امکان۔ حقوق کے سلسلہ میں اپنے نفس اور بدن کو اللہ کی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کی بات طویل ہوگئی اب چونکہ وقت نماز ہو چکا ہے اگر زندگی باقی رہے ان شاء اللہ خطبہ کے ابتداء میں ذکر کردہ ہمسایوں کے حقوق کے سلسلہ میں بیان کردہ حدیث کی روشنی میں بیان اگلے جمعہ کو ہوگا۔ رب کائنات ہم اور آپ سب کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پاسداری کی توفیق سے نوازیں۔ آمین

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی (لندن)

امام ابوحنیفہؒ کا بگڑی حکومتوں کے خلاف اقدام

مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ (م ۱۹۵۶) کی معروف کتابوں میں سے ایک ''حضرت امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی'' ہے۔ یہ مولانا علیہ الرحمہ کی تقریباً ساٹھ (۶۰) برس پہلے کے اس زمانہ کی تصنیف ہے جب آپ کے مضامین کی اشاعت خاص طور پر الفرقان کے حصہ میں آتی تھی اور پھر ان میں بہت سے مضامین کتابی شکل میں بھی اولاً ادارہ الفرقان ہی سے نکلے۔ خود اس کتاب کا ابتدائی حصہ بھی اولاً الفرقان ہی میں نکلا۔ مگر مجھے یاد نہیں آتا تھا کہ مکمل کتابی شکل میں بھی اسے پڑھا ہو، اور پڑھی بھی ہو تو میرا حافظہ ایسا نہیں کہ اتنے زمانہ کی چیز بھی ضروری تفصیلات کے ساتھ ذہن میں رہ جائے' اس وقت سلفیت کے نام سے جو ''سفاہت'' خاص سعودی عرب کے اندر دیکھنے میں آرہی ہے کہ جو حکومت اس کی سرپرست اور پناہ گاہ رہتی آئی تھی خود اسی پر یہ ''مسلفیت'' الٹ پڑی ہے' اسی کا دوسرا رخ حنفی فقہ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ پر اس کی وہ مجنونانہ چاند ماری ہے کہ ہم جیسے بھی' جو بس عمل کی حد تک حنفی تھے' اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکے' اسی سلسلہ میں مولانا کی یہ کتاب یاد آئی تھی کہ کہیں ملے تو پڑھی جائے۔

گزشتہ دنوں محب محترم مولانا یعقوب قاسمی صاحب کی طرف کا سفر ہوا تو وہاں یہ کتاب ملی۔ مولانا کے پاس کتابوں کا ماشاء اللہ متنوع ذخیرہ ہے۔ اکثر ضرورت کی چیزیں وہاں مل جاتی ہیں۔ ساڑھے پانچ سو صفحے کی کتاب کا یہ تیسرا ایڈیشن تھا جو نفیس اکیڈمی کراچی سے ۱۹۶۰ء میں طبع ہوا۔ کتاب مولانا کے معروف طرزِ تحریر کا پورا پورا نمونہ ہے۔ موضوع سے دور قریب کی کیسی بھی مناسبت بھی کوئی بات اگر رکھتی ہے تو متن میں گر نہیں تب حاشیہ میں مذکور ہونے سے وہ نہیں رہ پائے گی۔ کتاب کے تعارف نگار ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب مرحوم نے اسی حقیقت کو بایں الفاظ ادا فرمایا ہے کہ ''قدیم زمانے کے اسلامی علماء کی طرح زیرِ نظر کتاب جامع ضرور ہے مگر مانع نہیں۔'' اصل میں مولانا کا علم ایک بحر مواج کی کیفیت رکھتا تھا کہ مضامین و نکات امنڈتے اور مولانا کے قلم کو بہالے جاتے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ واعلیٰ درجتہ۔

اس کتاب کی رو سے یوں تو امام صاحب کی زندگی کے عبادتی مشاغل کو چھوڑ کر' باقی تمام ہی مشاغل اس معنی میں ''سیاسی'' قرار پاتے ہیں کہ ان کا محرک' اور مقصد' مصنف کے نقطہ نظر سے' حکومت وقت کے بگاڑ کو اپنے امکان بھر دور کرنا تھا۔ لیکن عرفی اور اصطلاحی معنی میں بس ایسے دو تین واقعے کتاب میں ملتے ہیں جن کو آپ کی سیاسی زندگی کے مظاہر کہا جائے۔ ایک ۱۲۲ھ میں وقت کی اموی حکومت کے مقابلہ پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے زید بن علی زین العابدین رضی اللہ عنہما کے خروج پر آپ کا رویہ۔ پھر ۱۴۵ء میں عباسی حکومت کے خلاف حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پر

پوتے محمد بن عبداللہ اور انکے بھائی ابراہیم بن عبداللہ کے خروج پر آپ کا موقف اور ان دونوں موقعوں کے درمیان میں اسوقت جب کہ عباسیوں کی حکومت ابھی قائم ہی ہوئی تھی اور اس انقلاب حکومت کا ہیرو ابو مسلم خراسانی نئی حکومت کی جڑیں جمانے کے سلسلے میں بے دریغ شمشیر آزمائی لوگوں پہ خوف طاری کرنے کیلئے کر رہا تھا' اس وقت فقہائے خراسان کی ایک بزرگ اور بے چین روح شخصیت ابراہیم بن مأمون الصائغ نے بار بار کوفہ آ کر اس ظالم حکومت کے خلاف کھڑے ہونے کے سلسلہ میں امام صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ کتاب کے ان تینوں موقعوں سے گزرتے ہوئے امام صاحب کا جو طرزِ عمل سامنے آیا اس میں ہمارے آج کے بعض خاص حالات کیلئے ایسا برمحل اور صاف وصریح پیغام لکھا دکھائی دیا کہ دل بے اختیار پکار اٹھے: مؤذن مرحبا بروقت بولا تری آواز مکے اور مدینے

یہی پیغام ہے جو ان سطور کا محرک ہوا۔

ان تین مواقع میں سے پہلا موقع یعنی حضرت زید بن علی زین العابدین کا خروج بہ مقابلہ بنوامیہ اور حضرت امام کا رویہ۔ اس کی تفصیل کتاب کے مطابق یہ ہے کہ بنوامیہ کی حکومت میں یوں تو اس کا سوال ہی نہ تھا کہ اہل بیت میں سے کوئی کوفہ میں قدم رکھ سکے۔ مگر تقدیر ہر چیز پر غالب ہوتی ہے' خود حکومت دمشق ہی آپ کے کوفہ پہنچنے کا ذریعہ بن گئی۔ اور وہاں کے لوگ حسب عادت اظہارِ عقیدت اور اموی حکومت سے اظہار بیزاری کے لئے ٹوٹ پڑے۔ عوام تو عوام مولانا لکھتے ہیں کہ خواص اہل علم تک میں جو زیادہ جوشیلے تھے" انہوں نے تو علانیہ حضرت زید کی طرف سے بیعت لینی شروع کر دی۔" اور اس کے نتیجہ میں" چالیس ہزار انسانوں نے حضرت زید کے ساتھ مل کر بنی امیہ کی حکومت سے مقابلہ کرنے کا عہد کیا۔" (ص ۱۴۷) لیکن امام ابوحنیفہ جن کے کوفہ میں یہ سب ہو رہا تھا اور خانوادہ سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے آپ کا جو عقیدتمندانہ تعلق تھا وہ ایک معلوم ومعروف حقیقت' نیز خود حضرت زید کی ذات کے بارے میں آپ کے جن احساسات کا حوالہ مولانا نے اس روایت کے الفاظ سے دیا ہے کہ:" میں نے زید بن علی کو دیکھا تھا جیسے ان کے خاندان کے دوسرے حضرات کے مشاہدہ کا موقع مجھے ملا۔ میں نے ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ فقیہ آدمی اور کسی کو نہیں پایا اور ان جیسا صاحب علم' حاضر جواب اور صاف واضح گفتگو کرنے والا آدمی اس عہد میں مجھے کوئی نہ ملا۔ درحقیقت ان کے جوڑ کا آدمی اس زمانہ میں نہ تھا۔" (ص ۱۳۷) اس سب کے باوجود ہم نہیں پاتے کہ حضرت امام آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہوں۔ بلکہ خود حضرت زید کی طرف سے ایک قاصد آپ کے پاس حمایت طلبی کی غرض سے جاتا ہے۔ ارسل الی ابی حنیفۃ یدعوہ الی نفسہ' (آپ نے اپنی بیعت کی دعوت دینے کے لئے ابوحنیفہ کے پاس قاصد بھیجا۔ ص ۱۵۱) اور اس پر بھی ہم صرف اتنا پاتے ہیں کہ حضرت امام صرف کچھ مالی اعانت کی شکل میں حمایت فرما رہے ہیں' اس سے زیادہ نہیں۔ فضیل بن زبیر جو کہ قاصد تھے بتاتے ہیں کہ آپ نے" ہزار ہزار کی دس تھیلیاں لا کر ان کے حوالہ کیں اور فرمایا: میں اس مال سے حضرت کی خدمت کرتا ہوں' عرض کرنا کہ اپنے مخالفوں کے مقابلہ میں اس سے بھی فائدہ حاصل کریں۔" (ص ۱۶۵) اور اس سے زیادہ کرنے سے معذرت کے طور پر فرمایا کہ" اگر میں یہ جانتا

کہ لوگ حضرت کو چھوڑ نہ دیں گے اور یہ کہ حضرت کے ساتھ واقعی سچائی کیساتھ لوگ کھڑے ہونگے تو میں ضرور آپ کی ہمرکابی اختیار کرتا اور آپ کے مخالفین کے ساتھ جہاد کرتا کیونکہ آپ امام برحق ہیں۔ (۱۶۱) واقعہ کی یہ صورت کہ "امام برحق" مان کر بھی ہمرکابی سے معذرت خواہی ہے' قدرتی طور پر جو سوال پیدا کرتی ہے اس سوال کے جواب ہی میں ہمارے لئے حضرات امام کا پیغام مضمر ہے اور وہ سوال اور بھی گمبھیر ہو جاتا ہے جب اسی سلسلہ کی یہ مشہور روایت بھی یاد کرلی جائے کہ حضرت امام نے حضرت زید کی اس جہادی مہم کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ خروجه يضاهي خروج رسول الله ﷺ يوم بدر "آپ کا اس وقت اٹھ کھڑا ہونا رسول اللہ ﷺ کی بدر میں تشریف بری کے مشابہ ہے" (ص ۱۵۱) زیدی خروج و جہاد کے بارے میں یہ تاثر اور پھر بھی ساتھ کھڑے ہونے سے معذرت! لیکن اس سوال کے جواب کی بات باقی دونوں واقعات کے بعد!

حضرت زید کے خروج کے بعد نو دس برس کا عرصہ گزرتا ہے کہ (۱۳۲ھ میں) بنوامیہ کی جگہ بنوعباس تختِ خلافت پر قابض ہو جاتے ہیں۔ بنوعباس کے حق میں ہونے والے اس انقلاب کا ہیرو ابومسلم نامی ایک خراسانی ہے۔ خراسان کا پورا علاقہ اس کے ہاتھ میں دے دیا گیا ہے' وہ ان تمام لوگوں کے لئے بلائے بے درماں بنا ہوا ہے جن کی اطاعت کے بارے میں ذرا سے شبہ کی بھی گنجائش پاتا ہے۔ چاہے ان کا کوئی بھی تعلق بنوامیہ کی ہم نوائی سے نہ ہو۔ اس طرح خلقِ خدا شدید ظلم وستم کا شکار ہے۔ اس علاقہ کے وہ بزرگ جن کا نام اوپر گزرا یعنی شیخ ابراہیم بن میمون' ان کے اگرچہ بڑے اچھے مراسم ابومسلم سے چلے آتے تھے کہ وہ ایک علمی آدمی بھی تھا۔ ان شیخ ابراہیم نے اس کی اس تازہ روش پر اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر وہ حکومت کے نشہ میں آچکا تھا۔ اور واقعہ میں اب بنوعباس کا داعی اور خدمت گزار نہیں بلکہ خود صاحب سلطنت بن جانے کے خوابوں میں تھا۔ اس نے ایک نہ سنی تو شیخ ابراہیم نے طے کیا کہ اب دوستی کی جگہ دشمنی ہے۔ مگر کیا کریں اور کیسے کریں؟ اس کے لئے امام صاحب کی طرف رجوع ہوئے' وہ پہلے سے مسائل کے سلسلہ میں امام صاحب سے رجوع کرتے آئے تھے کہ امام صاحب پورے معنی میں فقیہ تھے اور یہی وہ راز تھا کہ حضرت سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک جیسا جلیل القدر معاصرین نے "کان رفقہ اہل الارض فی زمانہ" کہہ کر اپنے وقت کی دنیا کا فقیہ اعظم ان کو بتایا ہے۔ (ابن کثیر۔ البدایہ والنہایہ۔ ج ۱۰) پورے معنی میں فقیہ کا مطلب؟ بھرپور علمِ دین کے ساتھ بھرپور دانش وہوش گوش سے بھی بہرور۔ اس کے بغیر آدمی اس درجہ کا مجتہد نہیں ہوتا کہ جو اہل علم اس کی فقہ کے پیرو بھی نہیں ہیں وہ بھی اسے "امام اعظم" ہی کے لقب سے بالعموم یاد کریں۔ الغرض ابراہیم بن میمون اپنے خراسانی شہر مرو سے سفر کرکے حضرت امام کے پاس پہنچے اور حالات بتا کر ابومسلم کے خلاف اقدام میں آپ کی قیادت کے طالب ہوئے۔ یعنی آپ قیادت قبول فرمائیں اور پھر عمل کے لئے منصوبہ بنے اور یہ کام ایک بار نہیں بار بار ہوا۔

مولانا بتاتے ہیں کہ حالات کی جو نوعیت شیخ ابراہیم نے بار بار آپ کی خدمت میں تشریف لاکر بیان کی تو آپ' جو کہ خود بھی حالات پر نظر رکھتے تھے' شیخ ابراہیم کے اس موقف سے اختلاف نہ کرسکے کہ ایسے حالات کو بدل دینے

کے لئے کھڑا ہونا ایک شرعی تقاضہ اور حقوق اللہ میں سے ایک حق ہے' لیکن ابراہیم کی شدت احساس انہیں معاملہ کے اس پہلو پر توجہ کا موقع نہیں دے رہی تھی کہ یہ وہ فریضہ نہیں جو نماز روزہ کی طرف افراد کے ذمہ عائد ہوتا ہو' اس کی ادائیگی ایک اجتماعی ور تنظیمی طاقت چاہتی ہے۔اس لئے آپ نے ان کو سمجھایا کہ "اس حق کو ادا کرنے کے لئے ایک دو آدمی اگر کھڑے ہوں گے تو قتل کر دیئے جائیں گے اور مخلوق خدا کے لئے کام کی کوئی بات انجام نہ دے سکیں گے۔" فرمایا: بلاشبہ یہ فرض ہے لیکن ایسا فرض نہیں جس کے لئے تنہا ایک آدمی کھڑا ہو جائے۔" (ص ۲۴۹) اور جو کہیں خیال پیدا ہو کہ انبیاء علیہم السلام جن کے ہم وارث ہیں وہ تو دنیا کے مقابلہ میں اکیلے ہی کھڑے ہوتے نظر آئے' تو اس معاملہ کی حقیقت واضح کرنے کیلئے بھی فرمایا کہ:ما اطاقته الانبياء حتىٰ عقدت عليهم من السماء ۔پیغمبروں کیلئے بھی یہ صورت حال اسی وقت قابل برداشت ہوئی ہے جب آسمان پر ان کے لئے عہد باندھا گیا۔" اس کی تشریح میں مولانا ارقام فرماتے ہیں: "مثلاً موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعون کے مقابلہ میں بھیجا جا رہا تھا' حالانکہ بھیجنے والا قادر مطلق تھا' پھر بھی موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بشری احساس کا اظہار بارگاہِ رب العزت میں بایں الفاظ فرمایا:"ربنا اننا نخاف ان يفرط علينا او ان يطغى ۔جس پر حق تعالیٰ کی طرف سے بایں الفاظ (اطمینان دلایا گیا) کہ:لاتخافا انني معكما اسمع وارىٰ۔تم دونوں کسی قسم کا اندیشہ نہ کرو میں میں تم دونوں کیساتھ ہوں سن رہا اور دیکھ رہا۔" (ص ۲۵۰)

الغرض اصولی طور پر ابراہیم بن میمون سے متفق ہوتے ہوئے اور انکے بے حد قدرداں بھی ہوتے ہوئے حضرت امام نے ان کے اس خیال کی تائید کسی طرح نہیں کی کہ جب فرض پکار رہا ہے اور کوئی بڑی اجتماعی اور تنظیمی طاقت مہیا کرنے کے حالات نہیں ہیں تو جو کچھ بھی ہو سکتا ہے وہ تو کیا ہی جائے۔شیخ ابراہیم کا ضرور یہ خیال رہا ہو گا کہ حضرت امام کی شخصیت کے گرد کافی لوگ جمع ہو سکتے ہیں۔اور یہی وجہ ہو سکتی تھی کہ وہ بار بار مرو سے کوفہ کی طویل مسافت کا سفر کر کے کوفہ پہنچتے تھے۔اور "ہر بار (بقول امام) وہ ایسا تقاضا کرتے جیسا ایک قرض خواہ اپنے قرض کا تقاضہ کیا کرتا ہے۔" (ص ۲۵۳) مگر حضرت امام اس معاملہ میں "جوئے" کے قائل نہیں تھے کہ ہر چہ بادا باد بس چل پڑو۔صرف یہی تو بنیاد تھی کہ حضرت زید کا ساتھ دینے کا فیصلہ آپ نہیں کر سکے۔تاہم ابراہیم بن میمون صبر نہ کر سکے اور بقول مولانا "انکا" ایمانی جوش جوش جس خونی تماشہ کے پیش کرنے پر ان کو آمادہ کر رہا تھا اس سے ان کو باز رکھنے میں امام کی فہمائش کامیاب نہیں ہو سکی۔" چنانچہ انہوں نے ابومسلم سے تنہا ہی جہاد باللسان کر کے اپنے جذبہ شہادت کی تسکین کر لی۔اعلی اللہ درجاتہ۔

شیخ ابراہیم کی شہادت پر طویل عرصہ گزر چکا ہے۔دوسرے عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور (۱۳۶ھ۔تا۔۱۴۶ھ) کا زمانہ اور ۱۴۵ھ ہے۔ان لوگوں نے بنوامیہ کے خلاف اپنی خفیہ تحریک اہل بیت کے نام پر چلائی تھی۔مگر کامیابی ہوئی تو نکلا یہ کہ اہل بیت سے ان کی مراد خواجہ ابوطالب کی اولاد نہیں حضرت عباسؓ کی اولاد (یعنی وہ خود تھے۔اس کے نتیجہ میں کچھ تو ہونا ہی تھا۔اور وہ جو ہوا تھا اس دفعہ حضرت حسینؓ کی نہیں حضرت حسنؓ کی اولاد کے ہاتھوں ہوا۔بقولِ مولانا گیلانی "حسینی سادات کے حوصلے اس راہ میں پست ہو چکے تھے۔...... مگر حسنی سادات کی امنگیں ابھی زندہ تھیں۔"

(ص ۳۳۶) حضرت حسنؓ کے پڑپوتے محمد بن عبداللہ (جو نفس زکیہ کے لقب سے معروف ہیں) نے عزم کیا کہ وہ اپنے عمزادوں سے اپنا حق چھینیں گے۔ اور اس میں سارا خاندان ان کے ساتھ تھا۔ ایک بھرپور اور مملکت گیر تیاری' بقول مولانا گیلانی' اس انقلابی جدوجہد کے لئے کی گئی تھی۔ جس کے نتیجے میں "محمد النفس الزکیہ کی بیعت میں سارے امصار کے لوگ شریک ہوئے تھے۔" (ص ۳۳۷) رمضان ۱۴۵ھ میں انہوں نے مدینہ سے خروج کا علم حکومت کے خلاف بلند کیا۔ مگر افسوس کہ ان کی بیعت کرنے والے بھی حضرت زید کے "جانثاروں" سے کچھ مختلف نہ نکلے۔ لکھا ہے' خروج کے وقت صرف اصحاب بدر کی تعدد کے برابر آدمی (یعنی دو تین سو) ان کے ساتھ تھے (البدایہ والنہایہ ج ۱۰) اور وہ بھی چھوڑ چھوڑ کے بھاگتے رہے۔ حتیٰ کہ آخر میں تن تنہا لڑتے ہوئے جان دی۔ جعل اللہ الجنہ مثواہ۔

نفس زکیہ نے خلافت کے ہر صوبے میں اپنے بھائی' بیٹے' بھتیجے بھیجے ہوئے تھے۔ مگر سب اپنی اپنی جگہ گرفتارِ بلا ہوتے گئے۔ اور یہی وجہ تھی کہ خروج نہایت ناموافق حالات میں ہوا۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ بالکل مجبوراً ہوا' کوئی راستہ آن کے لئے بجز اس کے نہیں رہ گیا تھا کہ تلوار لیکے قسمت آزمائیں یا خود کو عباسی حکام کے سپرد کردیں۔ (تفصیل البدایہ وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہے) نہ معلوم مولانا گیلانی کے بیان میں یہ صورت حال سامنے آنے سے کیوں رہ گئی ہے۔ جس کے سامنے آنے نہ آنے سے اس قصہ سے متعلق اگلی گفتگو پر قدرتی طور سے اثر پڑتا ہے۔ بہرحال آپ کے صرف ایک بھائی ابراہیم بن عبداللہ حکومت کی گرفت میں آنے سے بچ کر بصرہ پہنچ گئے تھے جہاں کا حاکم اندر سے آپ کے گھرانے کا حامی ثابت ہوا۔ یہ چیز امام ابراہیم کیلئے نہایت مددگار ہوگئی' نہ صرف بصرہ میں انہیں کھل کر موقع ملا کہ اپنے لئے ممکنہ طاقت فراہم اور منظم کرلیں' بلکہ آس پاس کے پورے علاقہ میں نفوذ کا موقع بھی مل گیا اور برادر بزرگ نفس زکیہ کے خروج اور ان کی شہادت کی خبر ملنے پر وہ بھی کوفہ پر حملہ کیلئے' جو اس وقت خلیفہ منصور کا مستقر تھا' اپنے ایک لاکھ کے لشکر کے ساتھ نکلے۔ مگر دوسری طرف سرکاری فوج پہلے ہی بصرہ کے لئے روانہ ہوچکی تھی۔ اس سے راستہ ہی میں مڈبھیڑ ہوگئی۔ اور فوج گرچہ صرف پندرہ ہزار تھی۔ تاہم بازی اسی کے ہاتھ رہی۔ اور امام ابراہیم کے ہاتھ وہی شہادت لگی جو اس خانوادہ کا حصہ ہوتی آئی تھی۔...... امام ابراہیم کو بصرہ میں اپنی سرگرمیوں کے لئے کافی وقت ملا تھا اور بصرہ اور کوفہ کا رشتہ ایسا تھا کہ فوراً ہی ایک جگہ کی کسی ایسی بات کے اثرات دوسری جگہ پہنچیں۔ پس اس کا سوال ہی نہ تھا کہ حکومت کے خلاف اہلِ بیت کی سرگرمیوں کے اثرات کوفہ میں نہ پہنچ رہے ہوں۔ اس لئے مولانا گیلانی کا کہنا ہے یہ موقع چونکہ حضرت زید اور شیخ ابراہیم مروانی والے موقعوں کے برعکس طویل اور بھرپور تیاریوں کے نتیجہ میں پیدا ہوا تھا اور وہ شرائط پوری ہوگئی تھیں جن کی سابق مواقع پر کمی پائی گئی تھی۔ اس لئے حضرت امام نے بھی بلا کسی تحفظ کے امام ابراہیم کی پوری اور پرجوش معاونت کی اور اس موقع پر آپ کا رویہ سابقہ دونوں موقعوں سے مختلف رہا۔ تاہم اس بات سے صرف نظر مولانا کے لئے بھی ممکن نہیں ہوا ہے کہ اپنی ذات سے امام صاحب اس موقع پر بھی براہ راست میدان میں نہیں نظر آتے ہیں۔ یعنی اس پہلو سے دیکھا جائے تو بالکل وہی پوزیشن تھی جو حضرت زید کے معاملہ میں آپ نے

اختیار فرمائی تھی۔ یعنی آپ کو ''امام برحق'' تک کہا' مالی امداد پیش کی تا کہ آپ کے ہاتھ مضبوط ہوں' مگر ساتھ کھڑے ہونے سے معذرت کی۔ لیکن مولانا کے نزدیک چونکہ اس موقع پر تمام شرائط پورے ہو گئے تھے اس لئے حضرت امام کی ذاتی عدم شرکت کی وجہ ان کے نزدیک محض کوئی معذوری اور مجبوری ہی ہو سکتی تھی نہ کہ قصد وارادہ۔ چنانچہ آپ نے مختلف قسم کی امکانی مجبوریوں کی طرف اشارے کر کے اس مسئلہ کو قیاسی طور پر حل کیا ہے۔

ہوسکتا ہے واقعہ یہی ہو لیکن ہمارے خیال میں اس بات کے قرائن موجود ہیں کہ آپ کی عدم شرکت یہاں بھی اسی بنیاد پر ہو جس بنیاد پر اس سے پہلے مواقع میں ایسا ہوا تھا۔ اور یہ قرینہ حضرت نفس زکیہ کے خروج کی اس صورتحال میں ہے' جس کی طرف اشارہ کر کے ہم نے اوپر کہا ہے کہ'' نہ معلوم مولانا گیلانی کے بیان میں یہ صورتحال سامنے آنے سے کیوں رہ گئی!'' یہ صورتحال' جس کو ہم ابھی بیان کرتے ہیں جب حضرت امام کی علم میں آئی ہوگی تو کوئی وجہ نہیں کہ حسنی برادران والے اس خروج کی بھی نوعیت آپ کی تہ بیں نظر میں حضرت زید کے معاملہ سے زیادہ مختلف رہی ہو۔ اور اس کے بعد آپ کی جو کچھ بھی حمایت و معاونت اس موقع پر امام ابراہیم کے حق میں رہی اس کی نوعیت بھی ٹھیک وہی سمجھی جانی چاہیے جو نوعیت حضرت زید کے ساتھ آپ کی معاونت کی تھی۔ بلکہ اس موقع کی معاونت کا ایک باعث یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ امام ابراہیم کی مدد کو آپ مظلوموں کی مدد کے نقطۂ نظر سے دیکھ رہے ہوں' اسلئے کہ ان کا سارا خاندان اس جرم میں قید و بند کے مصائب میں ڈالدیا گیا تھا کہ وہ اپنے عموزادگان کی دھوکہ دہی پر صبر کر لینے کو راضی نہ رہ سکا۔ اور اس ظلم کا تار ٹوٹنے کی صورت بظاہر صرف یہی تھی کہ ابراہیم کامیاب ہو جائیں۔۔ پس بالکل ممکن ہے کہ اس موقع پر جو حضرت امام کی مدد و معاونت میں جو ایک جوش کی کیفیت کے شواہد مولانا گیلانی کے سامنے آئے ہیں ان کا باعث اس خاندان کی' جو کہ حضرت امام کا محبوب خاندان تھا' مظلومیت ہو۔

ہاں تو وہ صورتحال' جس کا مولانا گیلانی کے بیان میں کوئی ادنیٰ اشارہ بھی نہیں آسکا ہے' اور جس کا ہمارے خیال میں مولانا کی سوچ پر اثر پڑا۔ یہ تھی کہ حضرت محمد نفس زکیہ جو مہم کی اصل اساس تھے ان کی حمایت کے رجسٹر میں نام لکھانے والوں کی تعداد تو ایک لاکھ کو پہنچی تھی۔ مگر جب عمائد و مشائخ مدینہ کے نام ابو جعفر منصور کے خطوط پہنچنے شروع ہوئے تو حامیوں کے عزم میں فتور آنا شروع ہو گیا۔ حالانکہ حضرت امام مالک جیسے امام وقت فتویٰ دے رہے تھے کہ نفس زکیہ کا ساتھ دینا مطابق شریعت ہے اور پھر جب سیاسی تدبیروں سے زمین ہموار کر کے خلافت کا صرف چار ہزار کا لشکر مدینہ کے پاس اترا تو ان حامیوں کا دگرگوں حال دیکھ کر نفس زکیہ نے حضرت حسینؓ کی طرح خود ہی اعلان کرنا مناسب سمجھا کہ'' میں تمام لوگوں کو اپنی بیعت سے آزاد کرتا ہوں' اب جس کا جی چاہے میرا ساتھ دے' جو چاہے چھوڑ جائے اور اس اعلان کے بعد گنتی کے دو تین سو آدمی تھے جو آپ کے ساتھ رہ گئے اور پھر جب رن پڑا تو جیسے جیسے سرکاری فوج کا دباؤ بڑھتا گیا یہ آپ کو چھوڑ چھوڑ کے فرار ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ اپنی موت سے ہمکنار ہونے کو آپ اکیلے ہی میدان میں تھے۔ پس جب تحریک کے حامیوں کا حال اور معاملہ اس کے اصل مرکز میں اور تحریک کی اصل شخصیت کے ساتھ یہ تھا تو

بصرہ جو یونہی اتفاق سے امام ابراہیم کے وہاں پہنچ جانے پر ایک دوسرے مرکز اور اس کے قائد کی تائید وحمایت کے جو شواہد ملتے ہیں ان کی نوعیت وہی سمجھی جانی زیادہ قرین قیاس ہے جس نوعیت کی تائید وحمایت آپ کی طرف سے حضرت زید کو ملی تھی (اور یا وہ نوعیت جس کی طرف ہم نے ابھی اوپر کی سطروں میں اشارہ کیا) اور اس کے بعد یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ آپ اگر اس موقع پر بھی ذاتی طور سے شریک نظر نہیں آتے تو اس کی کیا وجہ تھی۔

آمدم برسر مطلب: اب آیئے اس کہانی سے جو اصل مدعا اور مقصود تھا اس کی بات ہو۔ اسلامی دنیا کی اس وقت کی حکومتوں کا حال بالعموم انہیں احوال کا آئینہ دار ہے جن کی شکایت اموی اور عباسی حکومتوں کے بارے میں نقل ہوتی آرہی ہے۔ حساس حلقے اپنی ان حکومتوں کی تبدیلی کیلئے ہمیشہ سے کچھ نہ کچھ سوچتے اور کرتے آئے ہیں۔ ہمارے ان دنوں کے تازہ تر خاص حالات میں اس سوچ نے ''تخت یا تختہ'' والے انداز کار کا رجحان اختیار کرلیا ہے۔ حتی کہ خودکش بم دھماکے بھی اس راہ میں آزمائے جانے لگے اور اس رجحان کا حلقہ اثر وسیع ہوتا جارہا ہے۔ حضرت امام کی سیاسی زندگی کی یہ کہانی پڑھتے ہوئے خیال آیا کہ اس میں تو ہمارے اس خاص دور ابتلاء وآزمائش کے لئے گویا ایک پیغام ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اسلامی دنیا کے مانے ہوئے آئمہ دین میں سے ہیں، پھر جن کا شمار ان حضرات میں کیا گیا ہے جو اس کے قائل تھے کہ اسلامی حکومت اگر ظالم وجابر اور فاسق وفاجر لوگوں کے ہاتھ میں پہنچ جاتی ہے تو اسے بدلنے کیلئے طاقت کا استعمال جائز ہے۔ اور آپ کی زندگی کا یہ ریکارڈ جو مولانا گیلانیؒ کی کتاب نے ہمارے سامنے رکھا یہ اس کی تصدیق کررہا ہے لیکن ساتھ ہی اس سے یہ بھی ہمارے سامنے آرہا ہے کہ وہ ایسے اقدام کیلئے ضروری سمجھتے تھے کہ اتنی طاقت مہیا ہو کہ اسبابی معیار سے کامیابی کی توقع ممکن ہو۔ نہ یہ کہ بس راہ خدا میں شہادت نصیب ہو جائے۔ وہ شہادت کے قدرداں تھے اور انجام سے بے پرواہ ہو کر جان دے دینے والوں کو شہید ہی گردانتے تھے۔ مگر ان کا تفقہ زیادہ قیمتی بات اس کو سمجھتا تھا کہ آدمی مناسب تیاری کے ساتھ جان کی بازی لگائے الا یہ کہ اس پر حال طاری ہو گیا ہو، حضرت زید بن علی زین العابدینؒ کے معاملہ میں آپ کا طرز عمل اس کی ایسی مثال ہے کہ جو لوگ حضرت امام کی بات قابل توجہ سمجھتے ہیں ان کیلئے کچھ اور سوچنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ ذکر کیا جاچکا کہ اہل بیت سے عام حسن عقیدت کے علاوہ خود حضرت زید کا بڑا مرتبہ آپ کی نظر میں تھا۔ جس اموی حکومت کے خلاف وہ کھڑے ہونے جارہے تھے آپ بھی اس حکومت سے راضی نہ تھے۔ حضرت زید قاصد بھیج کر آپ سے اپنے ساتھ کھڑے ہونے کی خواہش کرتے ہیں۔ مگر آپ دیکھ رہے ہیں حضرت زید کے گرد جو چالیس ہزار کوفی آنا فانا اکٹھے ہوگئے اور نعرے مار رہے ہیں یہ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ یہ ہمیشہ کی طرح راہ میں دغا دیں گے۔ اس لئے ادب سے معذرت کردیتے ہیں۔ یہ معذرت آپ کو جتنی مشکل رہی ہوگی اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ مگر جس کے لئے امت کی امامت لکھ دی گئی ہو اسے تو وہی نقوش قدم ثبت کرنے تھے جن سے ابد تک کے لئے حکمت واعتدال کی راہ روشن ہے۔

سوال رہ جاتا ہے: حضرت امام حضرت زید کے جس خروج میں ساتھ دینے سے معذرت فرمارہے ہیں اس خروج

کوتو آپ نے خود اس نظر سے دیکھا تھا کہ ''گویا رسول اللہ ﷺ بدر کے لئے نکل رہے ہیں۔'' ایسے خروج میں شرکت سے معذرت کے کیا معنی اور کیونکر جواز؟ یہ سوال پہلے وہلہ میں جس قدر مشکل معلوم ہوتا ہے ایک لمحہ غور کے بعد اتنا ہی آسان ہو جاتا ہے۔ ہمارے ذہن میں چونکہ غزوہ بدر کے ساتھ عظمت و تقدس کا احساس بسا ہوا ہے اسلئے یہ نام آتا ہے تو اس احساس کو ساتھ لئے آتا ہے۔ اس بناء پر جیسے ہی ہم خروج حضرت زید کیلئے آنحضرت ﷺ کے خروج برائے بدر سے مشابہت کا کلمہ سنتے ہیں تو اس خروج کی بھی ایک گونہ عظمت اور تقدس کا تأثر پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر پھر جیسا ہی ذہن اس طرف جائے گا کہ ساتھ دینے سے حضرت امام نے اس کے باوجود معذرت کی تو آدمی کو اپنے خیال پر خود ہی نظرِ ثانی کی ضرورت محسوس ہوگی۔ کیونکہ ایسی بات تو ایک معمولی مسلمان سے بھی متوقع نہیں چہ جائے کہ ایک امام المسلمین سے کہ ایک مہم کو مانند غرور بدر سمجھیں اور شرکت سے معذرت خواہ ہوں! نیز اس معذرت میں آپ کا یہ فرمانا کہ آپ کے (یعنی حضرت زید کے) ساتھ کا دم بھرنے والے بھروسہ کے قابل نہیں ہیں۔ یہ تو اس حقیقت کو اور بھی واضح کیئے دے رہا ہے کہ ایسے خروج کے لئے بدر والے خروج کی سی عظمت و تقدس کا احساس حضرت امام کے ذہن میں کہاں سے آسکتا تھا؟ اور تو اور' خود مولانا گیلانی کو بھی اول وہلہ میں حضرت امام کے اس قول کو خروج حضرت زید کے حق میں امام کا ''فتوی'' قرار دے کر معذرت نقل کرنے کے بعد کہنا پڑا ہے کہ امام صاحب اس تشبیہ میں شاید اس خروج کے اس انجام کی پیشین گوئی فرمارہے تھے کہ یہ چالیس پچاس ہزار بیعت کرنے والے آخر میں بس اتنے ہی بہ مشکل رہ جائیں گے جتنے آنحضرت ﷺ کے ساتھی بدر میں تھے۔

مولانا بڑے آدمی ہیں' ان کی بات بھی بڑی۔ مگر یہ بات فرمائی آپ نے امام صاحب کے قول کی ایک محض امکانی تأویل ہی کے درجہ میں اور امکانی تأویلات اور بھی ہوسکتی ہیں۔ مولانا کا ذہن شاید اس طرف نہیں گیا کہ جیسے بدر کے معرکہ کی صورت بے سان و گمان یکا یک پیدا ہوگئی تھی (ورنہ آنحضرت ﷺ مقام بدر کا قصد کسی دوسرے مقصد سے کر کے نکلے تھے) کچھ ایسی ہی صورت حضرت زید کے اس ارادہ خروج کی ہے کہ اتفاق سے کوفہ پہنچ گئے تھے اور یہاں کے لوگوں کی تحریک سے آناً فاناً معرکہ کارزار کی صورت بننے جارہی تھی۔ پس امام صاحب نے اس خروج کی خروج برائے بدر سے مشابہت کی جو بات فرمائی وہ اسی معنی میں تھی۔ نہ کہ اس معنی میں کہ یہ بھی ایسی ہی مقدس مہم ہے جیسی آنحضرت ﷺ کی بدر والی مہم۔ اور پھر شرکت سے معذرت میں حضرت امام نے جو وجہ بیان فرمائی (کہ حضرت زید کے ساتھ کا دم بھرنے والے بھروسہ کے قابل نہیں ہیں) اس میں تو حضرت امام گویا حضرت زید سے بھی باادب گزارش کررہے ہیں کہ ارادہ پر نظر ثانی فرمائیں! پھر کہاں رہ جاتا ہے وہ سوال کہ آپ نے شرکت کیوں نہ فرمائی؟

بہرحال امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی زندگی کا سبق' ان کیلئے جو اس سے سبق لینا چاہیں' یہ ہے کہ سیاسی تبدیلیوں کے لئے ''خودکشی'' والے انداز جانبازی و جوانمردی ضرور مگر بارآور طریقے وہی ہیں جن پر حکمت و تدبر کی چھاپ ہو۔

حافظ سعید الحق جدون
متعلم دارالعلوم حقانیہ

اپریل فول کی حقیقت

ہمارے معاشرے میں جو غیر مذہبی تہواریں اور رسمیں رائج ہیں انہی میں سے ایک اپریل فول ہے' اس رسم کے تحت یکم اپریل کی تاریخ میں جھوٹ بول کر یا دھوکہ دے کر کسی کو بیوقوف بنانا قابل تعریف سمجھا جاتا ہے۔ جس شخص کو بیوقوف بنایا جاتا ہے اسے فرانسیسی زبان میں Poisson Davril کہا جاتا ہے جس کا انگریزی ترجمہ April Fish ہے' یعنی اپریل کی مچھلی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو دھوکہ دے کر بیوقوف بنایا گیا گویا وہ پہلی مچھلی ہے جو اپریل کے آغاز میں شکار کی گئی۔

اپریل فول کی تاریخ اور اس کے آغاز کے بارے میں آج تک کوئی بھی شخص یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا ہے' اس کا آغاز کہاں سے ہوا ہے اور کب ہوا ہے۔ بلکہ ہر محقق نے غیر یقینی کی چادر سے جھاڑنے کی کوششیں کی ہے' اور پورے اعتماد اور یقین کے ساتھ تاریخ کی اس چادر کو شفاف طور پر پیش نہ کر سکے۔ بعض مصنفین کہتے ہیں کہ قرون وسطی میں اس کا آغاز یورپ سے ہوا ابتدائی طور پر اسے All Fool's day (یعنی تمام بیوقوفوں کا دن) کہا جاتا تھا' بعض مورخین لکھتے ہیں کہ فرانس میں سترھویں صدی سے پہلے سال کا آغاز جنوری کی بجائے اپریل سے ہوا کرتا تھا' اس مہینے کو رومی لوگ اپنی دیوی وینس (Venus) کی طرف منسوب کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے اس کو مقدس سمجھا جاتا تھا۔ ایک رومن مصنف نے لکھا ہے کہ رومن متھیالوجی سے بھی یکم اپریل کا تعلق ہے اور کہا جاتا ہے کہ موت کا دیوتا پلوٹو نے غلے اور فصلوں کی دیوی کرس کی بیٹی پروسرپینا کو اغوا کر دیا' کیونکہ وہ اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ جب اسکی اطلاع اس کی ماں کو ہوئی تو وہ اس کی تلاش کیلئے نکلی۔ وہ اپنی بیٹی کی آواز تو سن سکتی تھی مگر اسے یہ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ کہاں چھپائی گئی ہے' اپنی بیٹی کی تلاش میں ماں کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ یہ واقعہ یکم اپریل کو پیش آیا جس کی یاد میں اپریل فول منائی جاتی ہے۔...... بعض مورخین کہتے ہیں کہ اپریل کے ساتھ ایک بت پرستانہ تقدس بھی وابستہ تھا' اس لئے اس دن لوگ بہت جوش و خروش سے جشن منایا کرتے تھے۔ اس جشن کا ایک حصہ ہنسی مذاق تھی جس نے رفتہ رفتہ اپریل فول کی شکل اختیار کی...... برطانوی لوگ کہانیوں میں اپریل فول کا تعلق تیرہویں صدی میں نوٹنگھم شائر کے گاؤں گوتم سے وابستہ کرتے ہیں۔ روایت کے مطابق اس وقت کا بادشاہ جس زمین پر قدم رکھتا تھا۔ وہ سرکار کی ملکیت ہو جاتی تھی۔ گوتم گاؤں کے لوگوں کو پتہ چلا کہ بادشاہ ان کی زمین پر چہل قدمی کرنے والا ہے' تو انہوں نے اس کی شدید مذمت کی بادشاہ اس مزاحمت کو روکنے کیلئے اپنے فوجی بھیجے۔ جب فوجی اس گاؤں میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہاں پاگل ہی پاگل ہیں اور عجیب و غریب حرکتیں کر رہے ہیں' کوئی مچھلیاں دریا میں پھینک رہے ہیں' تو کوئی ایسے پنجرے میں پرندوں کو قید کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں جس کی چھت ننگی ہو' ادھر سے وہ پرندے پنجرے میں ڈالتے ہیں' دوسرے طرف سے وہ

نکل جاتے ہیں، فوجیوں نے اس کی اطلاع بادشاہ کو دی، وہ بہت حیران ہوئے ان سب کو بیوقوف قرار دیا۔ یہ واقعہ یکم اپریل کو پیش آیا۔ جان بچنے کے بعد یہ لوگ ہر سال اس دن کو جشن مناتے ہیں۔

ایک اور وجہ تیسری صدی کی انسائیکلو پیڈیا (لاوارنس) نے بیان کی ہے کہ دراصل یہودیوں اور عیسائیوں کی بیان کردہ روایات کے مطابق یکم اپریل وہ تاریخ ہے۔ جس میں یہودیوں کی طرف سے حضرت عیسیٰؑ کو تمسخر کا نشانہ بنایا گیا مثلاً حضرت عیسیٰؑ کو یہودی سرداروں کی عدالت عالیہ میں پیش کیا گیا پھر انہیں پیلاطس کی عدالت میں لے گئے۔ پھر پیلاطس نے ہیروڈیس (Herodotus) کی عدالت میں بھیجا اور اسی طرح ہیروڈیس نے دوبارہ پیلاطس کی عدالت میں بھیجا...... لاوارس کا کہنا ہے کہ حضرت مسیحؑ کو ایک عدالت سے دوسری عدالت میں بھیجنے کا مقصد بھی ان کے ساتھ مذاق اور ان کو تکلیف پہنچانا تھا اور چونکہ یہ واقعہ یکم اپریل کو پیش آیا تھا۔ اس لئے اپریل فول کی رسم درحقیقت اسی واقعہ کی یادگار ہے...... مندرجہ بالا حقائق سے بات واضح ہوئی کہ اپریل فول کی رسم خواہ وینس دیوی کی طرف منسوب ہو یا کرس دیوی کے واقعات سے متعلق ہو، بت پرستانہ تقدس سے وابستہ ہو یا گوتم کے بیوقوفوں کے واقعہ سے جوڑا ہوا ہو، یا ایسے حضرت عیسیٰؑ کے مذاق اڑانے کی یادگار میں منایا جاتا ہو۔ ہر صورت میں یہ ایک غیر اسلامی رسم ہے۔ مسلمانوں کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ...... مغرب نے اپنے آباؤ اجداد کے طریقے کو زندہ کر کے اپریل فول کی رسم کو اپنے معاشروں میں بام عروج تک پہنچایا ہے۔ مثلاً وہ اسی دن پر دوسروں کو تحائف دیتے ہیں۔ لیکن بعد میں جب ان تحائف کو کھول کر دیکھا جائے تو وہ کوئی غلیظ اور بے ہودہ چیز ہوگا۔ اسی طریقے سے دوسروں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اسی طرح کسی کو فون کرتے ہیں، کہ آپ کا فلاں رشتہ دار کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے۔ اور وہ فلاں ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ اطلاع وصول کرنے والے کچھ لوگ فوری طور پر ہسپتال کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ لیکن وہاں جا کر پتہ چلتا ہے کہ یہ صرف مذاق ہے۔ چند لمحوں کی جھوٹی خوشی کی خاطر دوسروں کے عمر بھر کا سکون برباد کرنا اور بلاوجہ لوگوں کو جانی اور مالی نقصان پہنچانا کہاں کی روشن خیالی ہے۔ اس قسم کے مذاق کے بھیانک نتائج ہوتے ہیں۔ ہر سال درجنوں مثالیں سامنے آتی ہیں، بعض اوقات اس صدمے کی خبر سن کر تاب نہ لاسکنے کی وجہ سے کئی جانیں چلی جاتی ہیں۔ ملت کفریہ میں اس طرح کی رسموں کے منانے اور اس میں کردار ادا کرنے کو ایک کمال سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ملت اسلام میں اس طرح کے تہواروں رسموں اور جشنوں کے منانے کی اجازت نہیں ہے بلکہ اسلام اس کی شدید مذمت کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے اپریل فول منانا بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے۔ مثلاً جھوٹ بولنا، دھوکہ دینا، دوسروں کو اذیت اور تکلیف دینا، دیگر غیر مذہبی تہواروں کی طرح اپریل فول نے بھی ہمارے وطن عزیز میں تین چار سالوں سے دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کی ہے۔ پچھلے سال تمام اخباروں میں جھوٹی خبریں چھپی تھیں، اس کے علاوہ کراچی، لاہور اور اسلام آباد جیسے بڑے شہروں میں اپریل فول نے وہی شکل اختیار کی جو مغرب میں ہے۔

ہمارے اکثر مسلمان بھائی جو اس قسم کی رسموں میں شرکت کرتے ہیں لیکن ان کو اس کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی علم حاصل ہونے کے بعد وہ اپنے اس عمل میں پشیمان ہوتے ہیں لہذا جو اہل علم اور اہل قلم حضرات ہیں ان کو چاہیے کہ اپنی تقریر و تحریر سے عوام الناس کو آگاہ کریں تاکہ ہماری پاک سرزمین پر اس فعل شنیع اور گستاخ رسول نظریہ کا خاتمہ ہو جائے۔ وما علینا الا البلاغ

جناب ثناء اللہ بھٹہ

یو آنے رڈلے سے مریم تک

یو آنے رڈلے' برطانیہ کی خاتون صحافی ہیں۔ 11 ستمبر 2001ء کو جب امریکہ میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون کی بلڈنگیں' طیاروں کے ٹکرانے سے زمین بوس ہو رہی تھیں اس وقت یو آنے رڈلے لندن میں سنڈے ایکسپریس کے نیوز روم میں بیٹھی اپنے معمول کے فرائض انجام دے رہی تھیں' ان کا خیال تھا' اب انہیں نیویارک جانے کی تیاری کر لینی چاہیے۔ اس کے برعکس جب انہیں انتظامیہ کی جانب سے بالکل مخالف سمت' اسلام آباد پہنچنے کی ہدایت ملی تو انہیں قدرے حیرت ہوئی۔ انہیں یقین ہو گیا کہ امریکہ' افغانستان پر حملہ کرنے کا تہیہ کر چکا ہے۔ افغانستان میں حالات ہر آنے والے دن کے ساتھ خراب ہو رہے تھے' اس لئے باقاعدہ ویزے کے ذریعے افغانستان میں داخل ہونے کا امکان بہت کم تھا' ادھر افغانستان پر حملے کے لئے الٹی گنتی شروع ہو چکی تھی' یو آنے رڈلے نے قلم اور کیمرہ لیا' برقع پہنا اور مقامی آپریٹروں کی مدد سے براستہ طورخم جلال آباد پہنچ گئی۔ رپورٹیں تیار کرنے کے بعد گدھے پر سوار ہو کر غیر قانونی راستے سے واپس آ رہی تھی کہ گدھے پر سوار ہو کر غیر قانونی راستے سے واپس آ رہی تھی کہ گدھے نے اس کو گرا دیا اور اس کے منہ سے بے ساختہ انگلش میں گالی نکل گئی جس کے وجہ سے طورخم پہنچنے میں پندرہ بیس منٹ کا سفر باقی تھا کہ طالبان نے اسے پہچان لیا اور حراست میں لے لیا۔ طالبان کی قید میں ان کے شب و روز کیسے گزرے؟...... قید سے رہائی ملنے کے بعد یو آنے رڈلے نے اس بارے میں اپنے مشاہدات و تاثرات لکھے اور بتایا کہ دشمن کی نمائندہ ہونے کے باوجود طالبان نے ان کے ساتھ مہربانی کا سلوک کیا اور کس طرح ان کے آرام و آرائش کا خیال رکھا۔ یو آنے رڈلے نے کتاب In the Hand of the Taliban لکھی جس کا اردو ترجمہ ''طالبان کی قید میں'' کے عنوان سے کیا گیا۔ مریم نے اپنی ویب سائٹ www.yvonneridley.org بھی بنائی ہے جس پر اس کے تازہ خیالات اور فروغ اسلام کے لئے کی جانے والی کوششوں کے متعلق معلومات مل جاتی ہیں۔ اس نے اپنی کتاب کے شروع میں جہاں لوگوں کا شکریہ ادا کیا ہے' وہاں خاص طور پر طالبان کے امیر ملا عمر اور ان کے معتمد عبداللہ منیر کا شکریہ ان الفاظ میں ادا کیا ہے ''یہ کتاب میری رہائی کے بغیر نہیں لکھی جا سکتی تھی' جس کیلئے میں طالبان کے روحانی لیڈر ملا عمر اور ان کے معتمد منیر کی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے جلال آباد میں قید کے دوران میری حفاظت کا انتظام کیا' یو آنے رڈلے کے ساتھ اس حسن سلوک کا موازنہ ابوغرائب جیل کے طالبان اور قیدیوں کے ساتھ ہونے والے ان انسانیت

سوز مظالم سے کیا جائے تو مغرب اور مشرق کا فرق ظاہر ہو جاتا ہے' انہوں نے کہا کہ یہ پراپیگنڈہ غلط ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔

یو آنے رڈلے رہائی کے ڈھائی سال بعد دائرہ اسلام میں داخل ہو گئی۔ اس کا اسلامی نام "مریم" ہے وہ کہتی ہے "طالبان کی دکھائی ہوئی شمع کی روشنی نے مجھے ایک ایسی راہ دکھا دی جس سے میں پہلے ناواقف تھی۔" یہاں ہم مریم کے ایک انٹرویو سے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں:

سوال: جب تفتیش سے ثابت ہو گیا کہ آپکے پاس اسلحہ نہیں تو آپ کو قید میں رکھنے کا طالبان کے پاس کیا جواز تھا؟

جواب: طالبان اس وقت چاروں طرف سے گھرے ہوئے تھے اور فضائی حملوں کا نشانہ بننے والے تھے۔ غیر قانونی طور پر ملک میں داخل ہونے والی انگریز عورت کی جلد رہائی ترجیحی مسئلہ نہیں تھا۔

سوال: قید کے دوران طالبان کا سلوک کیسا رہا؟

جواب: انہوں نے مجھے ایئر کنڈیشنڈ اور صاف ستھرا کمرہ دے رکھا۔ جس کی چابی میرے قبضے میں تھی' اس کا موازنہ ابوغرائب اور گوانتاموبے میں رکھے گئے بے گناہ قیدیوں کی حالات سے کیجئے امریکی ان کیساتھ انتہائی غیر انسانی سلوک کر رہے ہیں انہیں ایسے پنجروں میں رکھا گیا ہے۔ جن میں وہ سیدھے کھڑے بھی نہیں ہو سکتے۔

سوال: اسلام قبول کرتے وقت آپ کے پاس اور کون کون تھا' اس سلسلے میں کوئی قابل ذکر بات؟

جواب: میرا قبول اسلام' کابل سے واپسی کے ڈھائی سال بعد کا واقعہ ہے' یہ عرصہ اسلام کے مطالعہ میں گزارا۔ جب میں نے خود کو اس عظیم مسلم برادری میں شامل ہونے کے لئے بالکل تیار پایا تو عمران خان کو اپنے فیصلے سے مطلع کیا۔ جہاں تک اثرات یا میری زندگی کے معمولات' خاندانی تعلقات اور حلقہ احباب کے ردعمل کا تعلق ہے تو میں نے شراب پینا بالکل ترک کر دیا ہے۔ کلبوں میں جانا' شطرنج کھیلنا اور مخلوط محفلوں میں شرکت کرنا کلیتاً چھوڑ دیا ہے۔ میں شٹل برقع تو نہیں لیکن اسلامی تعلیمات کے مطابق "حجاب" پہنتی ہوں۔

سوال: گیارہ ستمبر کے بارے میں آپ نے کہا کہ اس واقعہ سے دنیا بدل گئی' اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟

جواب: مغرب اسلام کی تیز ترین پیش رفت کی وجہ سے پہلے ہی پریشان چلا آ رہا تھا۔ یہودی بھی ان کے ہمنوا تھے جب Twin Towers تباہ ہوئے تو انہوں نے سٹیٹ مشینری کے ردعمل کا رخ ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت مسلمانوں کی طرف موڑ دیا۔ چنانچہ "ٹاورز" کے ملبے سے اٹھنے والے سیاہ دھوئیں کی کالک سے اسلام کے چہرے کو داغدار بنانے کی کوشش شروع ہو گئیں۔ دنیا جانتی ہے کہ ہر عمل کا ردعمل ہوتا ہے سپرنگ پر جتنا دباؤ ڈالا جائے وہ اتنی ہی شدت سے واپس آتا ہے لوگوں نے اسلام کو جاننے کی کوشش تیز تر کر دیں۔ 11 ستمبر کے بعد سے اسلامی لٹریچر کی مانگ میں کئی گنا اضافہ ہو چکا ہے۔ اس واقعہ کے بعد صرف برطانیہ میں اب تک کوئی چودہ ہزار "14000" افراد اسلام کی طرف

آ چکے ہیں اور بہت سے مسلمان اپنے ایمان کو از سر نو تازہ کرنے کے لئے سرگرم عمل ہیں۔

سوال: افغان حکومت امن وامان کے قیام اور خواتین کے استحصال کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہوگئی ہے؟

جواب: کرزئی حکومت ناکام ہوچکی ہے' ایک خوبصورت ملک منشیات فروشوں کے چنگل میں پھنسیا ہوا ہے افغانستان ہیروئن تیار کرنے والے ملکوں میں سرفہرست ہے بچوں کی فروخت زوروں پر ہے خواتین آزادی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جاسکتیں۔ طالبان نے اپنے دور حکومت میں منشیات فروشوں کا قلع قمع کردیا تھا' پوست اور ہیروئین کا کاروبار نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا خواتین کی عصمتیں محفوظ تھیں قتل وغارت چوری ڈکیتی کی وارداتیں کبھی کبھار سننے کو ملتی تھیں لیکن اب حالات قطعاً مختلف ہیں۔ اگر طالبان نے وہاں منشیات ختم کرادی تھیں تو کیا وجہ ہے کہ نیٹو کی فوجوں کی بھاری تعداد انہیں ختم نہیں کراسکی؟ اس کی وجہ سے اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے کہ ان کا اس کاروبار کے ساتھ مفاد وابستہ ہوچکا ہے سیکس کو عام کرنے میں بھی ان کے لئے فوائد مضمر ہیں۔ حامد کرزئی پورے ملک کے صدر نہیں بلکہ صرف کابل شہر کے ایک میئر کی حیثیت رکھتے ہیں' ان کی مجال نہیں کہ وہ امریکہ کے کسی حکم سے سرتابی کرسکیں۔ وہاں کا معاشرہ خراب سے خراب تر ہورہا ہے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ امریکہ وہاں تعمیری کاموں میں دلچسپی لے رہا ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۲۵ سے) **نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر طبقہ بشری کیلئے بہترین نمونہ:**

کے لقب سے مشہور ہوئے، مسلمان نوجوان ان فلم اسٹاروں اور کھلاڑیوں کے نقش قدم پر آخر کیوں چلتا ہے؟ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر بھی کوئی قابل تقلید آئیڈیل ہوسکتا ہے؟

(۱۴) اور اگر تو جج یا حاکم ہے تو مطالعہ کر حضور کی زندگی کے واقعہ حجر اسود اور واقعہ مفتاح کعبۃ اللہ وغیرہ کا۔

(۱۵) اور اگر تو شوہر ہے، تو مطالعہ کر خدیجہؓ اور عائشہؓ اور دیگر امہات المومنینؓ کے ساتھ گزرے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقات کا اور لمحات کا۔

(۱۶) اور اگر تو دادا۔ یا۔ نانا ہے، تو حسن وحسین کے نانا کے ان لمحات کا مطالعہ کر جو حسن وحسین کیساتھ گزارے

خلاصہ کلام یہ کہ تو جس کسی بھی حالت میں یا درجہ پر ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تجھے اس حالت اور مرتبہ کو گزارنے کا صحیح سلیقہ اور منہاج بتلائے گی ربیع الاول کی مہینے کی مناسبت سے آپ ضرور یہ عہد کریں کے ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو ضرور ایک بار پڑھینگے اور پھر اس کے مطابق زندگی بسر کریں گے انشاء اللہ۔ دنیا اور آخرت کی کامیابی وکامرانی آپ کے قدم چومیں گی اور اطمینان سکون جیسی عظیم نعمت آپ کو دو تو جہاں بھی ان خطوط پر چلکر آسانی کے ساتھ مل جائے گی جس کیلئے آج دنیا کوشاں ہی اللہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حافظ محمد عرفان الحق اظہار حقانی

مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مولانا سمیع الحق کے پچھلے دورۂ ایران کی سرگزشت

(قسط نمبر ۹)

ایران کے اس دورہ کے اختتام پر مناسب سمجھتا ہوں کہ مولانا سمیع الحق کے پچھلے دورۂ ایران (از ۵ مئی ۲۰۰۴ تا ۱۲ مئی ۲۰۰۴ء) کا بھی تفصیلی ذکر ہو جائے۔ جس میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان صاحب اور احقر بھی شریک تھے۔ ارادہ کے باوجود اس وقت اس کے مرتب کرنے میں تاخیر ہوتی رہی۔ عرفت ربی بفسخ العزائم اس دورہ میں تہران کے علاوہ مشہد، قم، اور ایرانی بلوچستان کے مرکزی شہر زاہدان بھی جانا ہوا۔ اس کا ذکر کئے بغیر یہ سفرنامہ ادھورہ رہے گا۔

وحدت اسلامی کانفرنس میں دعوت شرکت: المجمع العالمی للتقریب بین المذاهب الاسلامیہ نامی ایران کی ایک اعلیٰ حکومتی تنظیم کے زیر اہتمام تہران میں ۱۷ ویں سالانہ منعقدہ کانفرنس میں شرکت کے دعوت نامے حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اور احقر کو خانہ فرہنگ اسلامی جمہوریہ ایران پشاور کے ڈائریکٹر رئیس السادات کے توسط سے موصول ہوئے۔ مولانا سمیع الحق نے کثرت مشاغل کی بنیاد پر معذرت کی اور اس سلسلے میں ایک جوابی مکتوب خانہ فرہنگ کے ڈائریکٹر کے نام ارسال کیا۔ معذرتی خط ملاحظہ کرنے کے بعد انہوں نے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور مجھے بتایا کہ اس کانفرنس میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور شیخ الحدیث مولانا حسن جان صاحب نے بھی شرکت کیلئے حامی بھری ہے۔ آپ اگر کسی طرح مولانا صاحب کو شرکت کیلئے راضی کرلیں تو اس کے بہتر نتائج سامنے آئیں گے۔ کچھ دنوں بعد پشاور میں تعینات ایرانی قونصلیٹ کے قونصلر جنرل جناب محمد حسن ایمانی صاحب بذات خود مولانا صاحب کو دعوت دینے آئے۔ اس موقع پر انہوں نے دارالعلوم کے مختلف شعبوں کا معائنہ بھی کیا اور دارالعلوم کے کتب خانے کے لئے گرانقدر چودہ جلدوں پر محیط فارسی لغت نامہ بھی ہدیہ کیا۔ مولانا صاحب نے بشرط عدم عوارض کانفرنس میں شرکت کی حامی بھری۔ آخری ہفتے تک مولانا صاحب قطعی طور پر تیار نہ تھے۔ کانفرنس کے انعقاد سے ایک ہفتہ قبل پشاور قونصلیٹ کی انتظامیہ والوں نے میرا پاسپورٹ ویزہ لگانے کیلئے طلب کیا۔ حضرت مولانا سمیع الحق کا پاسپورٹ آفیشل ہونے کی بناء پر ویزہ کی ضرورت نہ تھی۔ ایران کیلئے پشاور اور اسلام آباد سے براہ راست کوئی فلائٹ نہ تھی۔ اس لئے ہمیں پہلے مرحلے میں کراچی جانا تھا۔

5رمئی ۲۰۰۴ء بروز بدھ علی الصبح بعد از نماز فجر میں ضروری سفری سامان لے کر اکوڑہ خٹک سے اسلام آباد روانہ ہوا۔ پونے نو بجے کے قریب اسلام آباد ائیر پورٹ پہنچا۔ وہاں میں نے حضرت مولانا سمیع الحق کو اپنے پہنچ جانے کی اطلاع دی۔ جو گزشتہ کئی دنوں سے اپنی مصروفیات کی بناء پر اسلام آباد ہی میں تھے۔ VIP لاؤنج میں کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد میں نے بورڈنگ پاس بنوائے۔ اس دوران مولانا حسن جان صاحب ڈائریکٹر خانہ فرہنگ رئیس السادات کے ہمراہ پہنچے۔ کچھ دیر کے بعد مولانا فضل الرحمٰن بھی لاؤنج میں داخل ہوئے۔ پونے دس بجے مولانا سمیع الحق بھی فلائٹ کے لئے پہنچ گئے۔ اب ہم چار افراد کا قافلہ منزل مقصود تہران جانے کیلئے تیار تھا۔ رئیس السادات نے ہمیں رخصت کرتے وقت متبسمانہ انداز میں کہا کہ آپ لوگ آج وحدت طیارے پر سفر کریں گے۔ (اس کا اشارہ مولانا سمیع الحق اور مولانا فضل الرحمٰن کے اکٹھے جانے کی طرف تھا) دس بجے ہمیں جہاز پر لے جایا گیا۔ سوا دس بجے جہاز نے ٹیک اوور کیا۔ دو گھنٹے کے سفر کے بعد ہم سوا بارہ بجے کراچی پہنچے۔ ائیر پورٹ پر ہمیں پروگرام کے مطابق ایرانی قونصلیٹ کی انتظامیہ سے ایران جانے کے سفری دستاویزات اور ٹکٹیں وصول کرنی تھیں۔ کچھ دیر بعد قونصلیٹ کا ایک معاون قونصلر جو سوٹ میں ملبوس تھا نظر آیا۔ ملنے کے بعد اس نے ہمیں ایران ائرلائنز کی ٹکٹیں دیں۔ اس نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا کہ میں کافی پہلے ائر پورٹ پہنچ گیا تھا' ائیر پورٹ انٹری کارڈ بھی میرے پاس تھا لیکن مجھے اندر جانے سے روک کر بتایا گیا کہ طیاروں کے اغوا کرنے کے امکان کی بدولت تمام انٹری کارڈ منسوخ ہیں۔ کراچی ایئرپورٹ سے ہمارے قافلے میں ایک فرد اور بھی جو بلوچستان کے وزیر بلدیات مولانا حافظ حسین احمد شرودی تھے آملے۔ سوا دو بجے تہران کی فلائٹ تھی۔ کمی وقت کے باعث ہم رخصت لے کر انٹرنیشنل ٹرمینل کی طرف آئے۔ بورڈنگ پاس بنوانے کے بعد ہم لاؤنج میں بیٹھ گئے۔ یہیں نماز ظہر مولانا حسن جان کی امامت میں ادا کی۔ چائے اور مشروبات سے محظوظ ہونے کے بعد ہمیں جہاز کی طرف لے جایا گیا۔ ٹھیک سوا دو بجے جہاز روانہ ہوا۔ تین گھنٹے کے سفر کے بعد پاکستانی وقت کے مطابق پانچ بج کر بیس منٹ پر ہم ایرانی دارالحکومت تہران ایئرپورٹ پر اترے۔ جہاز کے لینڈنگ کے وقت میرے دماغ میں شاعر کے وہ اشعار گھوم رہے تھے جو اس نے ایران کی مدح میں یوں لکھے :

خوشا مرز ایران عنبر نسیم — کہ خاکش گرامی تر از زر و سیم
ہوائش موافق بہ ہر آدمی — زمینش سراسر پُر از خرمی
ہمہ بوستانش سراپا گل است — بہ باغ اندروں لالہ و سنبل است

ائر پورٹ پر وزارت خارجہ کے اعلیٰ اہل کاروں اور مجمع التقریب کے سیکرٹری جنرل علامہ شیخ محمد علی تسخیری کے نائب اور ان کے فرزند نے ہمارا پُر تپاک استقبال کیا۔ مجمع التقریب کا ایک نمائندہ ہمارے پاسپورٹس اور ٹکٹیں امیگریشن اور انٹری کیلئے لیکر گیا۔

<u>ائر پورٹ پر ایک شیعہ عالم سے گفتگو:</u> اس دوران ہمیں وی آئی پی لاؤنج میں بٹھایا گیا' جہاں ایک معمر شیعہ

عالمِ دین سے بات چیت ہوئی۔ میں نے اُس سے ”رے“ (شہر کا نام) کے بارے میں پوچھا‘ تو اس نے بتایا کہ رے علیحٰدہ شہر ہے اور تہران علیحٰدہ۔ جو اس وقت اگر چہ جڑواں شہر جیسے بن گئے ہیں۔ اُس نے مزید بتایا کہ ہمارے ایک امام نے تیرہ سو سال قبل فرمایا تھا کہ پہاڑ کے دامن میں ایک شہر آباد ہوگا اس کا نام تہران رکھنا۔ اس مختصری گفتگو کے بعد ہم نے اس سے رخصت لی اور ہم چھ پاکستانی مندوبین کو علیحٰدہ علیحٰدہ گاڑیوں میں بٹھا کر روانہ کیا گیا۔ آیئے مہرآباد ائرپورٹ سے تہران میں داخل ہونے سے قبل کچھ تہران کے بارے میں جانیں۔

<u>تہران:</u> ایران کا پایہ تخت عربی تہجی کے مطابق اس نام کی صورت طہران (بالطاء) بیسویں صدی کے شروع تک باقی رہی۔ تاہم یاقوت جو عرب تھا۔ تہران کے تلفظ کو تسلیم کرتا ہے۔ زکریا قزوینی جو ایرانی ہے اس کلمے کی صرف یہی صورت درج کتاب کرتا ہے۔

<u>وجہ تسمیہ تہران:</u> تہران کی وجہ تسمیہ یقینی طور پر معلوم نہیں۔ اشتقاق عوام پسند تہ + ران وہ جو لوگوں کا زمین کی تہہ تک پیچھا کرے۔ اس لفظ کے دوسرے جُز ران پر غور کریں تو یہ گمان ضرور دلفریب معلوم ہوتا ہے کہ ران رے کا مخفف ہے۔ اس لحاظ سے اس کے معنی ہوں گے پائینِ رے۔ یعنی رے کی تہہ میں واقع۔ تہران نام کا ایک دوسرا علاقہ اصفہان کے قریب بھی واقع ہے۔ لیکن اس دوسرے تہران کا نام اب تیران یا تیرون ہوگیا۔

<u>جائے وقوع وتاریخی پس منظر:</u> تہران کا طول بلد ۵۱ درجہ ۲۵ دقیقہ ۲۰۸ ثانیہ ہے۔ اس کا محل وقوع ایک نشیب (گود) میں کوہ البرز کے باہر نکلے ہوئے شعبوں کے دامن میں واقع ہے۔ درہ سرتوچال جو شہر کے شمال میں بارہ میل کے فاصلے پر ہے بارہ ہزار فٹ اونچا ہے۔ سرتوچال کے پچھلی طرف یعنی شمال میں رود کرج اور رود جاجرود نکلتے ہیں۔ تہران کی اوسط بلندی تین ہزار آٹھ سو دس فٹ ہے۔ شمال شہر کی طرف نشیب زیادہ ہے اور بیک دفعہ چڑھائی شروع ہوجاتی ہے۔ تہران کے قرب میں واقع قدیم شہر رے بعض لوگوں کے نزدیک اب بھی موجود ہے۔ جبکہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ختم ہوکر تہران کا حصہ بن چکا ہے۔ تہران کی افزائش وترقی کی وجہ اس کے نواح کی دیگر امہات بلاد کا غائب اور ختم ہونا ہے۔ رے کا زوال ۶۱۷ھ ۱۲۲۰ء سے شروع ہوا۔ جب منگولوں نے اسے ویران کردیا۔ اس شہر کی خوشحالی شاہ طہماسپ اول کے وقت سے شروع ہوئی۔ جس نے ۹۶۱ھ میں یہاں بازار بنوائے۔ اور شہر کے گرد ایک فصیل تعمیر کرائی۔ جس میں چار دروازے اور ۱۱۴ برج تھے۔ ۱۱۴ کا تلازمہ اس لئے تھا کہ قرآن پاک کی سورتوں کی تعداد بھی اتنی ہی ہے۔ چنانچہ ہر برج میں ایک سورت لکھوائی گئی۔ تہران قاچاریوں کے عروج کے زمانے میں آقا محمد خان کے دورِ حکومت میں ۱۲۰۰ھ بمطابق ۱۷۸۶ء میں دارالخلافہ بنا۔ تہران کو اقبال کی نظر میں امم مشرق کا جنیوا بننا چاہیے۔

طہران ہو اگر عالم مشرق کا جنیوا
شاید کہ کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے

ایک کروڑ نفوس پر مشتمل یہ شہر روشنیوں کا شہر بھی کہلاتا ہے۔

<u>بزرگ آزادی ہوٹل میں علماء کا استقبال:</u> آمدم برسر مقصد ائرپورٹ سے تقریباً آدھ گھنٹہ سفر کے بعد ”آزادی

گرینڈ ہوٹل" پہنچے۔ یہ تہران کا سب سے بڑا فائیو سٹار ہوٹل ہے۔ میرے پوچھنے پر ایک شخص نے بتایا کہ یہ ہوٹل انقلاب سے قبل شاہ ایران کے بھائی کی ملکیت تھا اور اب حکومتی تحویل میں ہے۔

ہوٹل کے مین دروازے پر زاہدان سے تعلق رکھنے والے سُنی علماء کرام مولانا عبدالمجید مرادزہی' مولانا عبدالغنی اور مولانا محمد کریم ہمارے استقبال کیلئے پہلے سے منتظر تھے۔ جنہوں نے معانقہ و مصافحہ کے بعد ہمیں خوش آمدید کہا۔ ان علماء نے مولانا سمیع الحق صاحب سے کہا کہ آپ کی آمد کا کل تک قطعی معلوم نہ ہو سکا۔ آج معلوم ہوا کہ آپ بھی تشریف لا رہے ہیں تو خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ یہاں ہم نے اپنے اپنے کمروں میں جا کر نماز عصر ادا کی۔

<u>اہل سنت علماء کرام کی طرف سے ایران میں چند دن ٹھہرنے کا اصرار</u>: بعد از نماز عصر ایران کے علماء کا ایک وفد مولانا سمیع الحق مدظلہ سے ملاقات کے لئے آیا اور ان سے درخواست کی کہ کانفرنس پرسوں ہفتہ کے روز تک ختم ہو جائے گی۔ اس کے بعد آپ مزید چند دن ٹھہر جائیں تا کہ آپ کی ملاقاتیں ایران کے مختلف صوبوں کے علماء سے کرائی جاسکیں۔ مولانا مدظلہ صاحب نے جواباً کہا کہ اس سلسلے میں مَیں قطعی جواب کل دوں گا۔ جبکہ مولانا فضل الرحمٰن و مولانا حسن جان صاحب اور احقر نے ان کی دعوت پر فوراً لبیک کہا۔ سوچا کہ یہی موقع ہے کہ اکابرین کے آثار و مزارات کی زیارت اور ایران کے تاریخی مقامات کی سیر ہو۔ مغرب کے قریب ایرانی حکومت کی طرف سے ایک اعلیٰ اہلکار آقائے اصفہان ہمیں خوش آمدید کہنے آئے۔ اس نے ہمیں بتایا کہ جب تک آپ ایران میں مقیم ہیں اور آپکا جو شیڈول ہے وہ ہمیں دیں تا کہ ہم آپکو ہر قسم کی سہولیات بہم پہنچا سکیں۔ یہاں پاکستانی وقت کے مطابق 8:20 پر غروب آفتاب ہوا

<u>ایرانی اہل سنت کے سربراہ مولانا عبدالحمید اور تاجک لیڈر شیخ عبداللہ نوری سے ملاقاتیں</u>: نماز مغرب کے بعد زاہدان کے بڑے دینی ادارے کے مہتمم' ایران میں سنیوں کے سربراہ اور حضرت مولانا شیخ عبدالعزیزؒ کے داماد و جانشین مولانا عبدالحمید مدظلہ اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ ملاقات کیلئے پہنچے۔ ان کے ساتھ ایک گھنٹے تک ملاقات رہی۔ اس دوران انہوں نے یہاں کے سنی علماء کرام اور عام اہل تسنن کے حالات تفصیلاً سنائے۔ انہوں نے بتایا کہ اس دفعہ اس کانفرنس کا انعقاد وسیع پیمانے پر کیا گیا ہے۔ اس سے قبل اتنا وسیع پروگرام نہیں ہوا۔ مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اس پر فرمایا کہ ممکن ہے کہ یہ لوگ اب سمجھ گئے ہوں کہ دشمن کا مقابلہ اکیلے ممکن نہیں۔ ایران میں شیعہ سنی باہمی تعلقات کے بارے میں مولانا عبدالحمید مدظلہ نے بتایا کہ دونوں فرقے بڑی خوش اسلوبی سے وقت گزارتے ہیں۔ ابھی ابھی گزشتہ دنوں ہمارے مدرسے کے سنی علماء شیعہ مسلک کے مدرسہ امام جعفر صادقؒ کے معائنہ کیلئے گئے۔ جہاں اہل تشیع نے ان علماء کی بڑی آؤ بھگت کی اور پھر ان کے اہل تشیع علماء ہمارے یہاں دورہ پر آئے۔ مولانا عبدالحمید مدظلہ نے سُنی علماء کے مدارس اہل تسنن سے متعلق کہا کہ ان کا ایک متفقہ وفاق بھی پاکستان کی طرز پر قائم ہے۔ ملاقات کے اختتام پر ہم نے نماز پڑھی۔ نماز عشاء کے بعد گراؤنڈ فلور پر واقع ریسٹورنٹ کھانے کیلئے گئے۔ ایرانی کھانوں میں مرچ مصالحوں کا استعمال نہیں ہوتا۔ اس لئے پاکستانیوں کو یہ کھانا پھیکا لگتا ہے۔ یہیں کھانے کے دوران ہماری ملاقات تاجکستان کے

مسلم رہنما شیخ عبداللہ نوری سے ہوئی۔ جو اس کانفرنس میں شرکت کیلئے آئے ہوئے تھے۔ موصوف دورۂ پاکستان کے دوران جامعہ حقانیہ بھی تشریف لا چکے تھے۔ ان دنوں دارالعلوم میں سنٹرل ایشیاء بالخصوص تاجکستان کے نوجوان طلباء کی ایک اچھی خاصی جماعت مصروف تعلیم تھی۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کے مزار مبارک کے متصل احاطہ ان طلباء ہی کے نام سے احاطہ ماوراء النہر کہلاتا ہے۔ مولانا سمیع الحق مدظلہ ان طلباء کے قیام تعلیم میں بے حد دلچسپی رکھتے تھے۔ احقر بھی ان طالب علموں کو صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں پڑھاتا تھا۔ علامہ نوری اس بارے میں سراپا تشکر تھے۔ اور ان کے درمیان نامہ و پیام کا سلسلہ عرصہ سے قائم تھا۔ جس دن شیخ نوری دارالعلوم آئے تو حضرت مولانا صاحب مدظلہ سفر پر تھے۔ اور ملاقات نہیں ہو سکی۔ آج کی ملاقات پہلی ملاقات تھی۔ افسوس کہ علامہ نوری ؒ پچھلے سال مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ انہوں نے مولانا صاحب سے مدرسہ کے احوال پوچھے۔ اور مختلف بین الاقوامی امور پر بات چیت بھی کی۔ فراغت پر ہم اپنے اپنے کمروں میں استراحت کیلئے لوٹے۔

<u>کانفرنس کے دوسرے روز کی مصروفیات:</u> احقر جمعرات ۶ رمئی صبح سویرے اٹھا۔ نماز وغیرہ سے فراغت پر تقریباً سات بجے میرے کمرے کی ٹیلیفون کی گھنٹی بجی، ریسور اٹھایا تو معلوم ہوا کہ یہ ڈاکٹر محمد ہیں۔ جو مجمع التقریب کے نمائندہ تھے۔ اس نے مجھے اطلاع دی کہ آج دوسری نشست میں آپ کو بھی اظہار خیال کرنا ہے۔ مجھے اس سے قبل پروگرام کا شیڈول معلوم نہ تھا۔ بعد میں مولانا سمیع الحق سے معلوم ہوا کہ انہیں بھی فون پر اطلاع دی جا چکی ہے کہ وہ آج دوسری نشست کی صدارت فرمائیں گے۔ حضرت مولانا حسن جان صاحب کیلئے پیغام تھا کہ وہ بھی آج کی پہلی نشست میں تقریر فرمائیں گے۔ مولانا حسن جان پاکستان ہی سے مقالہ لکھ کر ان کو بھیج چکے تھے۔ احقر کی اس سلسلے میں پیشگی تیاری نہ تھی، تاہم اسی وقت کچھ نکات کاغذ پر تحریر کئے۔ سوا آٹھ بجے ہم سب ساتھی ناشتے کیلئے جمع ہوئے۔ پونے نو بجے ہمیں اپنے کمروں میں اطلاع دی گئی کہ کانفرنس کے شرکاء کانفرنس ہال جانے کیلئے لابی میں تیار ہیں۔ آپ بھی جلدی نیچے پہنچ جائیں۔ ہمیں بلیک رنگ کی کاروں میں بٹھا کر روانہ کیا گیا۔ اور اب ہم ایران کی مصروف شاہراہ پر ہزاروں گاڑیوں کے بیچ میں رواں تھے۔ تہران کی تقریباً تمام سڑکیں ٹریفک سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں۔ ہماری گاڑیوں سے آگے پیچھے تہران پولیس اور سیکورٹی اسکواڈ کی گاڑیاں تعینات تھیں۔ جو اس بے ہنگم رش کے دوران راستہ کھولنے کا انتظام بھی کر رہی تھی۔ تاہم انکی کوششیں بے سود تھیں۔ تہران میں جس طرف بھی نظر اٹھائیں گے فلک بوس، دلکش، خوبصورت عمارات کا سلسلہ دور دور تک نظر آئے گا۔ اس شہر کی شان وزیبائی انسان کو متحیر کر دیتی ہے۔ اہل ایران کا ذوق جمالیات ضرب المثل ہے۔ وہ پھولوں کے دلدادہ ہیں۔ راستے میں ہر جگہ عمدہ پارک، وباغات تہران کے حسن میں چار چاند لگا رہے تھے۔

<u>کانفرنس ہال (مجتمع امام خمینی) میں:</u> مختصر یہ کہ آدھ گھنٹہ کے سفر کے بعد ہم مجتمع امام خمینی پہنچ گئے جہاں کانفرنس کل سے شروع تھی۔ کانفرنس کے میزبان ہمارے استقبال کیلئے پہلے سے منتظر تھے۔ یہاں ہمیں مختلف پاکستانی،

افغانی، اور ایرانی حضرات ملے۔ جو حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کو جانتے تھے۔ بعض حضرات اپنے تعارف میں بڑھ کر کہتے کہ ہم آپ کے مدرسہ حقانیہ سے فارغ التحصیل ہیں۔ یہ دیکھ اور سن کر دلوں میں حقانیہ کی عظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ اسکے فرزند دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے دین کی نشرو اشاعت اور اصلاح امت کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر معروف عمل ہیں۔ مجمع التقریب کے سیکرٹری جنرل شیخ محمد علی تسخیری نے والہانہ انداز میں ہمارا استقبال کیا اور ہمیں خوش آمدید کہتے ہوئے ہماری پیشانیوں کو بوسہ دیا۔ موصوف میانے قد کے معمر سرخ و سفید رنگت، لمبی سفید داڑھی کی حامل شخصیت تھے۔ ان کے چلنے سے معلوم ہوا کہ وہ ایک ٹانگ سے لنگ تھے۔ تاہم ان کی یہ معذوری ان کی شخصیت میں کسی قسم کی کمی کا سبب نہ بنی۔ انہوں نے ہمیں کانفرنس ہال میں اگلی نشستوں پر بٹھایا۔ ہمیں کانفرنس کا مکمل پرنٹ شدہ شیڈول دیا گیا۔ کانفرنس ہال کی کیفیت کچھ یوں تھی۔ انٹری گیٹ پر دونوں جانب پریس اور میڈیا کے نمائندوں کیلئے نشستیں تھیں۔ اسکے بعد اندرون ایران دور دراز علاقوں سے آئے ہوئے جید علماء، سکالرز اور ماہرین فن کیلئے نشست گاہیں متعین تھیں۔ فرنٹ کی تین رو غیر ملکی مندوبین کیلئے مختص تھیں۔ اسکے متصل ۴ فٹ کا اونچا اسٹیج بنایا گیا تھا۔ جسکی لمبائی چوڑائی اندازاً ۱۵ x ۲۰ فٹ تھی۔ اسٹیج پر ہر نشست میں خطاب کرنے والے مقررین کیلئے نشست گاہیں متعین تھیں۔ اسٹیج کے عقبی دیوار پر واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا۔ اور اس کے دائیں طرف انما وليكم الله ورسوله والذين امنوا الذين يقيمون الصلوة ويوتون الزكوة وهم راكعون۔ اس کے بائیں طرف ومن يتول الله و رسوله والذين امنوا فان حزب الله هم الغلبون۔ کی آیات کریمات تحریر تھیں۔ جس کے نیچے اس کانفرنس کا موضوع واضح اور نمایاں الفاظ میں لکھا تھا۔ اسکے بالکل نیچے مجمع التقریب کا مونوگرام (پس منظر میں دنیا اور اس کے اوپر خانہ کعبہ کی مرکزیت کی شکل میں) نظر آ رہا تھا۔

کانفرنس کے دوسرے دن کی پہلی نشست: آج دوسرے دن کی پہلی نشست تھی۔ کانفرنس شروع ہونے سے قبل اس نشست کے مقررین کو اسٹیج پر بلایا گیا۔ جن میں مولانا حسن جان بھی شامل تھے۔ عربی اور انگریزی سے فارسی زبان میں ترجمہ کیلئے ہیڈ فون سامعین کو دیئے گئے۔ اس اجلاس کی صدارت کیلئے شیخ احمد بن حمد الخلیلی، مفتی اعظم سلطنت عمان کا نام پیش کیا گیا۔ جن مقررین نے اس اجلاس میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ان میں دکتور عبداللہ نفیسی کویت، شیخ محمد بن ناصر العبودی، سعودی عرب۔ دکتور مصطفیٰ باجو عمان۔ دکتور خالد زہری، مغرب۔ علامہ شیخ اللہ شکر پاشازادہ، مفتی جمہوریہ آذربائیجان۔ اور شیخ الحدیث مولانا حسن جان مدظلہ پاکستان شامل تھے۔ اس نشست کے اختتام پر اور دوسری نشست سے پہلے شرکائے کانفرنس کی تفریح کیلئے چائے اور مشروبات کا اہتمام کیا گیا تھا۔

مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی صدارت میں دوسری نشست اور ان کا صدارتی خطاب: مختصر سے وقفے کے بعد دوسری نشست کے لئے مندوبین جمع ہوئے۔ تو اس نشست کی صدارت کیلئے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کو

اسٹیج پر بلایا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے اس نشست میں خطاب کرنے والے مقررین کو اسٹیج پر بلایا۔ جن میں احقر کے علاوہ عبدالحق محمد الانصاری امیر جماعت اسلامی ہند۔ صلاح الدین المستاوی۔ تیونس' ڈکتور علاؤ الدین زعتری سوریا۔ ڈکتور ابراہیم شبوح اردن۔ آیۃ اللہ ہاشم الصالحی' افغانستان۔ استاذ سید مسعود النوری' قم۔ ڈکتور ابراہیم برزگر شامل تھے۔

مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اپنے صدارتی خطاب عربی میں پیش کیا' جسکا اردو خلاصہ یہ ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم. الحمد لحضرة' الجلالة و الصلوة على خاتم الرسالة.

علماء امت زعماء ملت مشائخ عظام! حکومت ایران کی وحدت امۃ کیلئے یہ کوششیں لائق تحسین ہیں' اگرچہ اس میں تاخیر ہوئی مگر دیر آید درست آید۔ ایک عرصہ سے وحدت کے سلسلہ میں کانفرنسوں کا انعقاد اہم ضرورت ہے لیکن اس وقت یہ کانفرنس کئی حیثیتوں سے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

وحدت کفر کی موجودہ صورت تاریخ کا پہلا واقعہ: حضور اقدس ﷺ کا ارشاد الکفر ملة واحدة برحق ہے۔ مگر اس وقت پوری عالم کفر کا مسلمانوں کے خلاف عملاً متحد ہو جانا ہماری تاریخ کا پہلا واقعہ ہے۔ پیش کردہ ارشاد نبوی ﷺ کا ظہور اتنے واضح انداز میں پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ صلیبی جنگوں میں عالم کفر کی بڑی اکثریت ایک ہو چکی تھی مگر کافروں کی ایک اہم تعداد لاتعلق اور غیر جانبدار بھی تھی اسی طرح تاتاری فتنہ بھی ایک عذاب الہٰی تھا مگر اس موقع پر بھی کئی طاقتیں مسلمانوں کے ساتھ تھیں۔ سویت یونین اور امریکہ دو سپر پاور تھے اپنی مجبوریوں کی وجہ سے ان دونوں میں سے ایک مسلمانوں سے تعاون کرتا رہا یا غیر جانبدار رہا مگر شکست روس کے بعد وہ صورتحال بدل گئی۔ اس وقت پوری غیر مسلم قوتیں خواہ ہنود ہیں یا یہود و عیسائی ہیں یا کمیونسٹ بھارت' جاپان' فار ایسٹ جیسے مشرقی اقوام اور دیگر ممالک بھی شیطان بزرگ محور شر و منبع فساد امریکہ اور اس کے حواریوں کے ساتھ ہیں اور ہمارے مسلم ممالک کے حکمران بھی حزب اللہ کے مقابلہ میں حزب الشیطان کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔ فلسطین' کشمیر' بوسنیا' شیشان کی حالت تو سب کو معلوم ہے مگر اب دشمن پورے عالم اسلام کو فلسطین اور شیشان بنانے پر تلا ہوا ہے۔ جس کا نمونہ برادر اشقاء افغانستان اور عراق کی شکل میں ہمارے سامنے ہے اور پورا عالم کفر امت مسلمہ کے بارہ میں ایک وحدت بن چکا ہے۔ کیا اس سے پہلے الکفر ملة واحدة کا ایسا ظہور ہوا تھا۔

دشمن کے دو بڑے ہتھیار: اس جنگ میں دشمن کا ہتھیار ایک تو حربی ساز و سامان توپ و تفنگ اور مہلک ساز و سامان ہے تو دوسرا خطرناک حربہ اسکا دین اسلام اور ملت مسلمہ پر نشریاتی ابلاغی (میڈیا) وار ہے اس شیطانی دجل و فریب کیلئے وجہ جواز فراہم کرنے کیلئے اس نے اسلام پر ارھابیت کا الزام لگا کر پورے دین کے روشن اور واضح چہرے کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اسلام پر دہشت گردی' تنگ نظری' انتہا پسندی اور جہالت کے نام نہاد الزامات کی یلغار کر دی ہے۔ فلسطین' عراق' کشمیر اور افغانستان کے بے گناہ مسلمانوں کا قتل عام دہشتگردی نہیں ہے۔ مگر اسکے خلاف آواز اٹھانے والے ناقابل معافی مجرم اور دہشت گرد ہیں۔

اسلامی تہذیب وثقافت کے خاتمہ کی کوششیں: دشمن نے عملاً ہماری تہذیب جس کا اساس محمد عربی ﷺ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار ہیں۔ اس نے ہماری ثقافت اور کلچر اور ہمارے اسلامی تشخص وامتیاز کے ہر نشان کو مٹانے کا کام شروع کر دیا ہے' وہ اسلامی ملکوں میں ہمارے مروجہ نصابوں سے آیات قرآنی احادیث رسول ﷺ اور تعلیمات اسلام اور ہماری تاریخ کے روشن ابواب کو بہ جبر مٹا رہا ہے۔ دینی مدارس جس کی وجہ سے ملت مسلمہ کا رشتہ کتاب اللہ اور سنت رسول سے وابستہ ہے کے خلاف تحریک زور وشور سے جاری ہے۔ اسلامی شعائر داڑھی' عمامہ اور اسلامی لباس کو جہل وفساد کی علامت قرار دیا جا رہا ہے۔ اپنے ملکوں (مغرب) میں اسلام کے حکم حجاب پر عمل درآمد کو جرم بنا دیا گیا ہے

ایٹمی اور نیوکلیئر استعداد کو مفلوج کرنے کا حربہ: اور اسلامی تشخص اور تہذیب و ثقافت کے خاتمہ کی کوششوں کے ساتھ ساتھ اس نے ہماری دفاعی صلاحیت بالخصوص ایٹمی نیوکلیئر استعداد کو بھی سلب یا مفلوج کرنا شروع کر دیا ہے۔ جس کی مثال پاکستان کے ایٹمی سائنسدان کے ساتھ شرمناک سلوک اور برادر اسلامی ملک ایران پر دباؤ ڈالنے اور بے سروپا الزامات کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ اسلام کے خلاف مغربی میڈیا کی دجل وتلبیس اور اسے بدنام کرنے کیلئے اٹھائے گئے مسائل اور سوالات کا مجھے ذاتی تجربہ ہے' میں ان کے ذہن اور فکر کو گہرائیوں سے پڑھ چکا ہوں۔ پچھلے چار سال سے افغانستان میں جاری حالات' روس کے خلاف جاری جہاد اور جہادی لیڈروں کی باہمی خانہ جنگی اور بعد میں طالبان اور آخر میں القاعدہ کے تناظر میں عالمی میڈیا نے پاکستان کے معروف جامعہ' جامعہ حقانیہ اور دیگر دینی مدارس پر یلغار کیا' سیلاب کی طرح یہ لوگ ہمارے پاس امنڈ کر آئے ان کا اسلام جہاد اور اسلام کے اصول عدل وفلاح کے بارہ میں جو تصور تھا اسے دیکھ کر ہم حیرت میں ڈوب گئے۔

عالمی پروپیگنڈوں کا علاج: اس کا علاج یہ ہے کہ ہم اس پروپیگنڈے کا توڑ کرنے کیلئے خود مغربی اور غیر مسلم اقوام تک رسائی حاصل کریں اور انکے سامنے اسلام کا رخ روشن اور عالم انسانیت کیلئے اسلام کے امن وسلامتی کا رخ پیش کریں اس کیلئے وفود بھیجیں مغربی دانشوروں سے رابطہ کریں ان کے اعتراضات اور خدشات پیش کرنے کا ازالہ کریں تاکہ وہ اپنے حکمرانوں اور میڈیا کی پُرفریب باتوں میں نہ آئیں فی الوقت پوری امت مسلمہ میدان کارزار میں ہے کفری قوتوں اس کے استیصال کا فیصلہ کر چکی ہیں پاکستان ایران شام سب اسکی زد میں ہیں ان ممالک کے حکمرانوں سیاستدانوں اور لبرل علماء طبقوں سے کچھ توقع نہ رکھیں۔ بلکہ خود علماء ومشائخ امت اس کیلئے اجتماعی راستہ تلاش کریں۔ وحدت امت کیلئے ایران جسے اللہ تعالیٰ نے موقع دیا ہے' پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ تمام اسلامی ممالک میں فرقہ واریت کو ابھارنے والی سازشوں کا قلع قمع کرے اور قومی وملی یکجہتی کیلئے مختلف مسالک ومذاہب کے درمیان محبت اتحاد اور یگانگت کی فضا پیدا کرے ہمیں پاکستان میں اس کا تجربہ ہوا ہے کہ ہم نے تھوڑی کوشش کی اور مختلف مکاتب فکر کو ایک پلیٹ فارم پر ملی یکجہتی کونسل کے نام سے جمع کیا تو چند دنوں میں شیعہ سنی دیوبندی بریلوی مقلد وغیر مقلد تمام طبقے شیر وشکر ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو درپیش تحدیات کا مضبوطی سے مقابلہ کرنے کا ذریعہ بنا دے۔ امین

سید جلال الدین عمری

اسلامی ریاست میں
غیر مسلموں پر اسلامی قانون کا نفاذ کس حد تک ہوگا

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد یہود کے مختلف قبائل سے' جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھے' معاہدہ فرمایا تھا' اس معاہدہ کی رو سے انہیں داخلی طور پر اپنے معاملات طے کرنے اور اپنے دین و مذہب پر عمل کرنے کی آزادی حاصل تھی' البتہ ریاست کے دفاع اور اسکے تحفظ میں وہ مسلمانوں کے ساتھ شریک تھے۔ (۱) اس لحاظ سے وہ اسلامی ریاست مدینہ کا ایک حصہ بھی تھے اور ان کی جداگانہ حیثیت بھی تھی۔ اس وجہ سے بعض حضرات نے یہودی کو ایک الگ آزاد ریاست قرار دیا ہے' اس کے لئے وہ 'دارالحرب' (غیر اسلامی ریاست) کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں' جس کا دارالاسلام سے معاہدہ امن تھا۔ بعض دوسرے اصحاب علم نے یہودیوں کو ایک ہی اسٹیٹ کے اندر پائی جانے والی آزاد قوم کی حیثیت دی ہے۔ گویا اس کی حیثیت ریاست کے اندر ریاست کی تھی۔ اس موضوع سے متعلق آیات کی تشریح اور احکام کے بیان میں ان دونوں رایوں کا اظہار ہوتا ہے۔

اس سے دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اسلامی ریاست کا کسی غیر اسلامی ریاست سے معاہدۂ امن یا معاہدۂ صلح ہو اور وہ اپنے کسی (مذہبی) معاملہ میں اسلامی ریاست کی طرف رجوع کرے اور اس کا فیصلہ چاہے تو اس کے لئے فیصلہ کرنا ضروری ہے۔ یا وہ اس میں دخل دینے سے انکار بھی کر سکتی ہے؟ اگر فیصلہ کرے تو کیا اس ریاست کے (مذہبی) قانون کے تحت فیصلہ کرے گی یا اسلامی قانون کے تحت فیصلہ سنائے گی؟

دوسرے یہ کہ جو غیر مسلم اسلامی ریاست کے شہری ہیں کیا ان پر بھی اسلامی قانون پوری طرح نافذ ہوگا' یا وہ اپنے مذہبی امور میں آزاد ہوں گے؟ آزاد ہوں گے تو کس حد تک؟

آئندہ صفحات میں ان دونوں پہلوؤں سے متعلق اسلامی نقطۂ نظر جاننے کی کوشش کی جائے گی۔

اہل صلح کے نزاعات کا فیصلہ لازم نہیں ہے۔

یہود توریت پر ایمان کے دعویدار تھے۔ وہ اپنے معاملات اس کے مطابق طے کر سکتے تھے' لیکن اس کا کوئی حکم ان پر شاق گزرتا اور وہ اس سے بچنا چاہتے تو ان کی ایک تدبیر یہ اختیار کرتے کہ رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کے

طالب ہوتے۔ مقصد یہ ہوتا کہ توریت کے قانون کے مقابلے میں اس میں آسانی ہو تو اسے اختیار کر لیا جائے۔ ورنہ رد کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں حکم ہوا:

سمعون للکذب اکلون للسحت فان جائوک فاحکم بینھم او اعرض عنھم وان تعرض عنھم فلن یضروک شیاء وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط ان اللہ یحب المقسطین ۔(المائدہ۔۴۲)

ترجمہ: ''(احبار و رہبان) جھوٹ کو کان لگا کر سننے والے اور بری طرح حرام کھانے والے' اگر یہ تمہارے پاس آئیں تو تمہیں اختیار ہے کہ ان کے درمیان فیصلہ کرو یا ان سے اعراض کرو۔ اگر تم ان سے اعراض کر لو تو تمہیں یہ نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اگر فیصلہ کرو تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی ریاست کا کسی غیر اسلامی ریاست سے معاہدۂ امن و صلح ہو تو اسلامی ریاست اس کے معاملات میں دخل نہیں دے گی' لیکن وہ اپنے کسی معاملہ میں اسلامی ریاست کی طرف رجوع کرے تو اسلامی ریاست کو فیصلہ کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ہے' اپنے حالات اور مصالح کے تحت وہ مقدمہ کا فیصلہ کر بھی سکتی ہے اور اس سے انکار کا بھی اسے اختیار ہے' لیکن جب بھی فیصلہ کرے گی' حق و انصاف کے مطابق کرے گی۔ اس سلسلے میں آگے چل کر فرمایا:

وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب ومھیمنا علیہ فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواء ھم عما جاء ک من الحق لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھا جاً ...... (المائدہ:۴۸)

ترجمہ: ''اور ہم نے یہ کتاب حق کیساتھ نازل کی ہے جو سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی نگہبان اور محافظ ہے' پس آپ انکے درمیان اس کتاب کے مطابق فیصلہ کیجئے جو اللہ نے نازل کی ہے اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور طریقہ رکھا ہے۔''

مزید تاکید کے ساتھ فرمایا:

وان احکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبعا ھواء ھم وحذرھم ان یفتنوک عن بعض ما انزل اللہ الیک۔(المائدۃ:۴۹)

''اور فیصلہ کرو ان کے درمیان اس کتاب کے مطابق جو اللہ نے نازل کی ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور ان سے بچے رہو کہ اللہ نے جو دین تم پر نازل کیا ہے کہیں اس کے کسی حکم سے وہ تمہیں پھیر نہ دیں۔''

ان آیات میں کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے یہود و نصاریٰ کو ان کے مناسب حال شریعتیں دی گئی تھیں اور ان پر عمل کا انہیں پابند بنایا گیا تھا۔ اسی طرح ہر قوم کے لئے الگ شریعت رہی ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے' یہ دوسری آسمانی کتابوں کی نگراں اور محافظ ہے جو بتاتی ہے کہ ان کتابوں اور شریعتوں میں کیا تحریف اور ترمیم ہوئی ہے۔ اور کس طرح اللہ کے احکام کو بدلا گیا ہے۔ اس کا کتنا حصہ محفوظ اور کتنا غیر محفوظ ہے۔ اس کتاب کے آنے کے بعد سابقہ تمام شریعتیں منسوخ ہوگئیں' اب آپ کسی دوسری ہدایت یا دوسری شریعت کے پابند نہیں ہیں' آپ تمام معاملات کا فیصلہ اس کتاب کے مطابق کریں۔

بعض حضرات نے کہا کہ ان آیات کے ذریعہ آیت: ۴۲ کا حکم منسوخ ہو گیا۔ جس میں آپ کو فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا تھا۔ اب آپ کے لئے ان کے مقدمات کا فیصلہ کرنا لازم ہے' لیکن یہ خیال درست نہیں معلوم ہوتا' اس لئے کہ یہ ایک ہی سلسلہ بیان ہے' اس میں بعض آیات کو ناسخ اور بعض کو منسوخ قرار دینے کا کوئی مضبوط قرینہ نہیں ہے۔ ان دونوں آیات میں غیر مسلموں کے دو الگ طبقات کا ذکر ہے' اس کی وضاحت بعض دوسرے اہل علم نے اس طرح کی ہے کہ آیت: ۴۲ اہل صلح یا اہل موادہ سے متعلق ہے۔ ان کے معاملات آپ کے سامنے آئیں تو آپ کو فیصلہ کرنے اور نہ کرنے کا اختیار تھا' لیکن بعد کی آیات ذمیوں سے متعلق ہیں۔ ان کے معاملات کا فیصلہ کرنا آپ کے لئے لازم تھا' علامہ ابوبکر جصاص حنفیؒ کہتے ہیں:

''ان آیات میں ناسخ و منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس آیت میں آپ کو فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اس کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو اسلامی ریاست کے شہری نہیں ہیں۔ اسلامی ریاست کی اگر دارالحرب سے صلح ہے اور وہ کسی معاملہ میں اسلامی ریاست کا فیصلہ چاہے تو وہ (اپنے مصالح کے پیش نظر) فیصلہ کر بھی سکتی ہے اور یہ بھی کہہ سکتی ہے کہ وہ اپنے قوانین کے تحت خود فیصلہ کرلیں' لیکن جو لوگ اسلامی ریاست کے ذمی ہیں وہ بہر حال اسلامی قوانین کے پابند ہوں گے۔ (۲)

علامہ قرطبیؒ کہتے ہیں:

''یہود اہل صلح تھے' ذمی نہیں تھے' اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو ان سے صلح کی تھی' ہمارے لئے کفار (غیر مسلموں) کے درمیان فیصلہ کرنا' اگر وہ ذمی نہیں ہیں تو واجب نہیں ہے' البتہ ہم چاہیں تو فیصلہ کر سکتے ہیں۔ (۳)

امام رازیؒ کہتے ہیں:

''اسلامی ریاست کا کسی غیر اسلامی ریاست سے خاص مدت کے لئے معاہدہ ہو تو ریاست کے حاکم کے لئے لازم نہیں ہے کہ معاہد قوم کے معاملات میں فیصلہ کرے۔ اسی اختیار کا آیت: ۴۲ میں ذکر ہے جو معاہد قوم کے

ساتھ مخصوص ہے۔" (۴)

ابوحیان اندلسیؒ کہتے ہیں:

"امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ ذمی اگر اپنا مقدمہ مسلمان حاکم کے پاس لائیں تو فیصلہ کرنا واجب ہے۔ باقی رہے معاہد جن کا مسلمانوں کے ساتھ خاص مدت کے لئے معاہدہ ہو' ان کے معاملات کا فیصلہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ ان کے سلسلے میں حاکم کو فیصلے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوگا۔ اسی اختیار کا آیت ۴۲ میں ذکر ہے۔ یہ معاہدین کے ساتھ مخصوص ہے۔"(۵)

علامہ رشید رضا مصریؒ کہتے ہیں:

"ان آیات کا سلسلہ کلام ایک ہے' ان میں کسی کو ناسخ اور کسی کو منسوخ ماننا صحیح نہیں ہے۔ آیت کے ذیل میں راجح قول یہی ہے کہ حاکم کو فیصلے کا اختیار معاہدین کے سلسلے میں حاصل ہے' ذمیوں کے سلسلے میں نہیں ہے۔ اس لحاظ سے مسلمان حکام کے لئے ان اجنبیوں کے معاملات میں فیصلہ کرنا' جو ملک میں موجود (یا اس کے شہری) نہیں ہیں' ضروری نہیں ہے' لیکن اہل ذمہ ہماری طرف رجوع کریں تو ان کے معاملات کا فیصلہ کرنا لازم ہے۔" (۶)

<u>ذمیوں کے درمیان فیصلہ کرنا لازم ہے:</u>

اس سے واضح ہے کہ اس بحث کا تعلق اہل صلح یا اہلِ موادعہ سے ہے' وہ اگر کسی معاملہ میں اسلامی ریاست کی طرف رجوع کریں تو ضروری نہیں کہ اسلامی ریاست اس کا فیصلہ کرے۔ حالات کے لحاظ سے اسے فیصلہ کرنے اور نہ کرنے کا اختیار حاصل رہے گا۔ ذمیوں کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ وہ اسلامی ریاست کے شہری ہیں' وہ اگر ایک دوسرے کے حقوق تلف کریں اور ظلم و زیادتی کا ارتکاب کریں یا فریقین میں سا ایک مسلمان اور دوسرا ذمی ہو تو اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ ان کے درمیان عدل و انصاف کے مطابق فیصلہ کرے۔ قاضی بیضاویؒ کہتے ہیں:

"اگر قاضی کے سامنے دو ذمیوں کا مقدمہ پیش ہو یا ان میں کا ایک ذمی اور دوسرا مسلمان ہو تو صحیح بات یہ ہے کہ اس کا فیصلہ کرنا واجب ہے' کیونکہ ہم نے اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے کہ ذمیوں کا دفاع کریں گے اور ان پر ظلم ہو تو اسے دور کریں گے۔ آیت ۴۲' جس میں فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا' اس کا تعلق ذمیوں سے نہیں ہے۔"(۷)

علماء نے لکھا ہے کہ اگر مقدمہ مسلمان اور ذمی کا ہو تو اسلامی ریاست کے لئے اس کا فیصلہ کرنا واجب ہے۔

علامہ بغویؒ کہتے ہیں:

"اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر ہمارے سامنے مسلمان اور ذمی کا مقدمہ پیش ہو تو ان کے درمیان فیصلہ کرنا واجب ہے' اس لئے کہ مسلمان کے لئے اہل ذمہ کے فیصلے کا قبول کرنا جائز نہیں ہے۔"(۸)

علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ نے صراحت کی ہے:

واذا تحاکم مسلم وذمی وجب الحکم بینهم بغیر خلاف لأنه یجبب دفع ظلم کی احد منهما عن صاحبه۔ (۹)

"مسلمان اور ذمی فیصلے کے لئے آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ کرنا واجب ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس لئے کہ ان میں سے جو بھی کسی پر ظلم کرے اسے دفع کرنا واجب ہے۔"

یہ بات طے ہے کہ اسلامی عدالت جو فیصلہ کرے گی وہ اسلامی شریعت کے مطابق کرے گی۔ کسی دوسرے مذہبی یا ملکی اور ملی قانون کا اتباع اس کے لئے جائز نہیں ہے۔

قرآن مجید نے اس ذیل میں صراحت کردی ہے۔

وان احکم بینهم بما انزل الله ولاتتبع اهواءهم (المائدہ:۴۹)

"فیصلہ کرو ان کے درمیان اس قانون کے مطابق جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشات کی اتباع نہ کرو۔"

علامہ ماوردیؒ ان علماء میں ہیں جن کا خیال ہے کہ المائدہ آیت ۴۲ میں اہل کتاب کے مقدمات کا فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا جو اختیار دیا گیا تھا وہ اس آیت کے ذریعہ ختم ہوگیا۔ فرماتے ہیں: اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مقدمات ہم اپنے قانونِ شرع کے مطابق کریں گے:

هذا یدل علی وجوب الحکم بین أهل الکتاب أذا تحاکموا إلینا وأن الانحکم بینهم بتوراتهم ولابانجیلهم (۱۰)

"یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اہل کتاب اگر ہماری طرف رجوع کریں تو ان کے درمیان فیصلہ کرنا واجب ہے اور یہ کہ ہم ان کے توریت اور انجیل کے مطابق فیصلہ نہیں کریں گے۔"

علامہ ابن کثیرؒ اس حکم کو اہل کتاب کے ساتھ مخصوص نہیں سمجھتے' بلکہ اسے وسیع معنی میں لیتے ہیں۔ کہتے ہیں:

أی فاحکم بینهم یا محمد بین الناس عربهم وعجمهم وامیهم وکتابیهم بما انزل الله الیک فی هذا الکتاب العظیم وبما قرره لک من حکم ما کان من قبلک من الانبیاء ولم ینسخه فی شرعک۔

"آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے محمدﷺ آپ لوگوں کے درمیان چاہے وہ عرب ہوں یا عجم' امی (ناخواندہ) ہوں یا اہل کتاب' فیصلہ اس کتاب عظیم کے مطابق کیجئے جو اللہ نے آپ پر نازل کی ہے اور جو آپ سے پہلے کے انبیاء ہیں ان کی ان تعلیمات کے مطابق کیجئے جنہیں اللہ نے آپ کی شریعت میں باقی رکھا ہے اور منسوخ نہیں کیا ہے۔"

ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ آیت کی یہی توجیہ امام طبریؒ نے کی ہے۔ (۱۱)

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی ریاست کی اساس اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے' وہ اس کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کرسکتی۔ چنانچہ ان ہی آیات کے ذیل میں کہا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ کی کتاب اور اس کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں (آیت۔۴۵) ظالم ہیں (آیت:۴۶) اور فاسق ہیں (آیت:۴۷) ان آیات میں براہ راست اہل کتاب کو تنبیہ اور توبیخ کی گئی ہے۔ لیکن اس میں اہل ایمان کے لئے بھی ہدایت ہے کہ وہ اپنے فیصلوں میں اسلامی قانون سے انحراف نہ کریں اور اس کے تابع رہیں۔

ذمیوں پر اسلامی قانون کا کس حد تک نفاذ ہوگا؟

ذمیوں کے متعلق ایک اہم سوال یہ ہے کہ وہ اسلامی ریاست میں اسلامی قانون کے ہر معاملہ میں پابند ہوں گے یا انہیں کسی دائرے میں اپنے معاملات طے کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی آزادی حاصل ہوگی؟

ذمی اپنے پرسنل لا پر عمل میں آزاد ہوں گے:

اس معاملہ میں اسلامی قانون یہ ہے کہ ذمی اپنے مذاہب پر عمل کے لئے آزاد ہیں۔ وہ عبادت گاہیں اپنی آبادیوں میں تعمیر کرسکتے ہیں اور انہیں آباد رکھ سکتے ہیں۔ (۱۲)

جہاں تک ان کے نکاح' طلاق' وراثت وغیرہ عائلی قوانین' جنہیں پرسنل لاء کہا جاتا ہے' کا تعلق ہے' اس میں وہ آزاد ہوں گے' البتہ اسلامی عدالت سے وہ کوئی فیصلہ کرانا چاہیں تو وہ اسلامی قانون کے تحت فیصلہ کرے گی' انکے قانون کی اتباع نہ کرے گی' اس موضوع پر علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ نے تفصیل سے بحث کی ہے۔ اس کے نکات یہاں پیش کئے جارہے ہیں:

۱۔ اسلام کے نکاح وطلاق کے قوانین' اگر وہ چاہیں تو ان کے لئے بھی ہوں گے' جیسے طلاق' ظہار' ایلاء' مہر کا وجوب' بیویوں کے پاس شب باشی کی مساوی تقسیم' مطلقہ عورت کے سابق شوہر کے لئے حلال ہونے کی شرعی صورت' احصان' (آدمی کا شادی شدہ ہونا) وغیرہ۔ اسی طرح جو رشتے مسلمانوں کے لئے حرام ہیں وہ ان کے لئے بھی حرام ہوں گے۔

۲۔ ان کے جو نکاح اسلامی شریعت کے لحاظ سے ناجائز اور حرام چلے آرہے ہیں۔ ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔ ہم انہیں دو شرطوں کے ساتھ باقی رکھیں گے: ایک یہ کہ وہ اس معاملہ میں ہماری طرف رجوع نہ کریں' ورنہ ہم اپنے قانون کے تحت فیصلہ کریں گے' دوسری شرط یہ کہ وہ نکاح خود ان کے مذہب اور عقیدے کے لحاظ سے جائز ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجر کے مجوس سے جزیہ لیا' لیکن ان کے نکاح اور ازدواجی قوانین سے تعرض نہیں کیا' جب کہ یہ بات معلوم تھی کہ وہ اسلامی نقطہ نظر سے محرمات سے نکاح کو جائز سمجھتے ہیں۔ (۱۳)

یہی بات علامہ ابن قیمؒ نے احکام اہل الذمہ میں کہی ہے۔ (۱۴)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ذمی اپنے عائلی مسائل کا فیصلہ اسلامی ریاست سے کرانا چاہیں تو وہ اسلامی قانون کے تحت فیصلہ کرے گی' لیکن اگر وہ ان معاملات میں اس کی طرف رجوع نہ کریں اور اپنے مذہبی قوانین پر عمل کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیں تو انہیں اس کا حق حاصل رہے گا۔ امام زہریؒ کہتے ہیں

مضت السنة أن يرد أهل الكتاب في حقوقهم ومواريثهم إلىٰ أهل دينهم إلا أن يأتوا راغبين في حكم الله فيحكم بينهم بكتاب الله۔ (۱۵)

سنت یہ رہی کہ اہل کتاب کو ان کے حقوق اور وراثت کے معاملہ میں ان کے مذہبی ذمہ داریوں کی طرف لوٹا دیا جائے گا (کہ وہ ان کے فیصلوں پر عمل کریں) لیکن اگر وہ اللہ کے حکم کے تحت فیصلہ کے لئے ہمارے پاس بخوشی آئیں تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

۳۔ قرض یا لین دین کے معاملات میں اسلامی قانون کے تحت ان کے نزاعات کا فیصلہ لازماً کیا جائے گا اس لئے کہ ظلم اور فساد کو ختم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ (۱۶)

۴۔ انہیں معاشرہ میں فساد پھیلانے کی اجازت نہ ہوگی۔ اس کے لئے اسلامی قانون کے وہ پابند ہوں گے' ان سے ہمارا معاہدہ یہ نہیں ہے کہ وہ فساد پھیلا سکتے ہیں' فساد چاہے وہ کریں یا کوئی اور' اسے ختم کرنا بہر حال ضروری ہے' اس سے (خود) ان کے جان و مال محفوظ ہوں گے۔ اگر ان کے مذہب میں اس کی اجازت ہو تو بھی اسلامی ریاست اس کی اجازت نہ دے گی' اسی وجہ سے ہم انہیں برسرِ عام شراب کا کاروبار کرنے یا زنا اور بدکاری پھیلانے سے منع کریں گے' ورنہ عام مسلمانوں میں بھی یہ چیزیں پھیل سکتی ہیں۔ (۱۷)

امام ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ ذمی کھلے عام فحش کاموں کا ارتکاب کریں' مثال کے طور پر زنا اور لواطت جیسے اعمال یا وہ سودی کاروبار کرنے لگیں تو انہیں اس سے باز رکھا جائے گا۔ اس لئے کہ نکاح کی طرح یہ ان کا ذاتی معاملہ نہیں ہے' بلکہ اس کا اثر پورے معاشرہ پر پڑ سکتا ہے' اس لئے اس کی انہیں اجازت نہ ہوگی۔ (۱۸)

اس معاملہ میں احناف کا نقطہ نظر یہ ہے کہ بیوع' تجارت' لین دین کے معاملات اور وراثت وغیرہ میں ذمی اسلامی احکام کے پابند ہوں گے۔ البتہ انہیں شراب اور خنزیر کی خرید و فروخت کی اجازت ہوگی۔ اس لئے کہ یہ ان کے ساتھ معاہدہ میں شامل ہے۔ لیکن مسلمانوں کی طرح انہیں بھی زنا اور بدکاریوں کی اجازت نہ ہوگی' ان کے جو نکاح پہلے ہو چکے ہیں ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا' لیکن اگر وہ ہماری طرف رجوع کریں تو اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ (۱۹)

علامہ ابوبکر جصاصؒ نے زیادہ تفصیل سے اس پر گفتگو کی ہے۔ فرماتے ہیں:

"احناف کی رائے یہ ہے کہ بیع (خرید و فروخت) وراثت اور تمام کاروباری معاہدوں میں مسلمانوں کی

طرح ذمی بھی احکام اسلام کے پابند ہوں گے' البتہ انہیں اپنے درمیان شراب اور خنزیر کی خرید وفروخت کی اجازت ہوگی۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک یہ چیزیں مال شمار ہوتی ہیں' اگر ان کی خرید وفروخت' اس میں تصرف اور اس سے انتفاع انؔ کے لئے جائز نہ ہوتو یہ چیزیں ان کے لئے مال نہ ہوں گی۔ اگر کوئی انہیں ختم کردے تو اس پر تاوان لازم نہ آئے گا۔ حالانکہ اس بارے میں' ہمارے علم کی حد تک' فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کہ اگر کوئی شخص ذمی کی شراب ختم کردے تو اس کی قیمت اسے ادا کرنی ہوگی۔ چنانچہ یہی بات حضرت عمرؓ نے اپنے گورنروں کو لکھی تھی کہ ذمیوں کو ان چیزوں کی خرید وفروخت کی اجازت دی جائے' اس سے جو منافع انہیں حاصل ہوں اس سے عُشر (زمین کا ٹیکس) لیا جائے' ان کے علاوہ باقی معاملات میں وہ ہمارے احام کے پابند ہوں گے۔ (۲۰) جہاں تک ان کے ازدواجی رشتوں اور نکاح کا تعلق ہے' امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس معاملہ میں ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا' وہاں زوجین کسی معاملہ میں ہمارا فیصلہ چاہیں تو ہم اپنے قانون کے تحت فیصلہ کریں گے' لیکن اگر دونوں میں سے کوئی ایک اس کے لئے آمادہ نہ ہو تو ہم فیصلہ نہیں کریں گے۔ (۲۱)

امام ابوحنیفہؒ کی اپنے مسلک کے حق میں دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجر (بحرین) کے مجوس سے جزیہ لیا' حالانکہ یہ بات آپ کے علم میں تھی کہ وہ محرمات سے نکاح کو جائز سمجھتے ہیں' آپ نے اس طرح کے رشتوں کے درمیان تفریق کا حکم نہیں دیا' اسی طرح یہود ونصاریٰ بہت سے ان رشتوں کو حلال تصور کرتے ہیں' جو ہمارے نزدیک حرام ہیں' آپ نے اہلِ نجران اور وادی قریٰ کے لوگوں کو ذمی بنایا اور ان سے جزیہ لیا' لیکن ان کے ان رشتوں کو ختم کرنے کا حکم نہیں دیا۔

آپ نے ان کے ان رشتوں کو بھی باقی رکھا اور انہیں اپنے مذہب اور عقیدہ پر بھی قائم رہنے دیا' حالانکہ وہ ہمارے نقطہ نظر سے فاسد اور باطل ہے' اسی طرح حضرت عمرؓ نے عراق کو فتح کرنے کے بعد وہاں کے باشندوں کے ازدواجی رشتوں کو باقی رکھا' یہ بات ثابت نہیں ہے کہ محرمات سے ان کے جو رشتے ہوگئے تھے' ان کے درمیان تفریق کرائی ہو' حضرت عمرؓ کے بعد امت کا ہمیشہ اس پر عمل رہا ہے۔ اور اسی کو اس نے اپنایا ہے۔ (۲۲)

اس سے دو باتیں بالکل واضح ہیں:

۱۔ اسلامی ریاست میں اسلامی قانون کی حیثیت ملکی قانون کی ہوگی۔ ریاست کا ہر شہری' مسلمان ہو یا غیر مسلم (ذمی) اس کا پابند ہوگا۔ اسی کے مطابق ان کے معاملات طے ہوں گے۔ حدود وتعزیرات بھی نافذ ہوں گی۔ (فقہاء احناف کے نزدیک شادی شدہ غیر مسلم کو زنا کے ارتکاب پر رجم کی سزا نہیں دی جائے گی) اس پر بحث آئندہ آئے گی)

۲۔ نکاح اور ازدواجی تعلق کے معاملہ میں ذمی اسلامی قانون کے پابند نہیں ہیں۔ وہ اپنے مذہب اور طریقہ پر عمل کرسکتے ہیں۔ ہاں اگر وہ ان امور میں اسلامی ریاست کی طرف رجوع کریں تو اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ کیا

جائے گا (احناف کے ہاں فیصلہ کرنا ضروری ہے)

بعض فقہاء کے ہاں ذمیوں کو اس سے زیادہ حقوق اور اختیارات دیئے گئے ہیں' وہ یہ کہ ذمی اگر ہماری طرف رجوع بھی کریں تو فیصلہ کرنا ضروری نہیں ہے' اسے ان کے مذہبی رہنماؤں کے حوالہ کیا جاسکتا ہے' چنانچہ ابن خویز منداد کے حوالے سے علامہ قرطبی مالکیؒ کہتے ہیں۔

''ذمی اگر ایک دوسرے کے خلاف شکایت کریں اور مدد طلب کریں تو حاکم انہیں عدالت میں طلب نہیں کرے گا۔ (بلکہ انہیں اپنے معاملات خود طے کرنے کے لئے کہے گا) وہ اپنے مذہبی امور میں ہمارے قانون کے پابند نہیں ہیں' انہیں اس کا پابند بنانے میں ایک تو ان کے مذہبی امور کے نگرانوں اور حکام کا نقصان ہوگا اور دوسرے یہ کہ یہ ان کے مذہب میں ترمیم ہوگی۔ ان معاملات میں اگر وہ ہمارا فیصلہ قبول کرنے کے لئے تیار ہوں تو بھی حاکم کو فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا بہر حال اختیار رہے گا۔ البتہ وہ جب فیصلہ کرے گا تو اسلامی قانون کے مطابق کرے گا''۔(۲۳)

بعض فقہاء نے اس معاملہ میں ذمیوں کے مذہبی رہنماؤں کے اتفاق کو بھی ضروری قرار دیا۔ علامہ ابو حیان اندلسیؒ کہتے ہیں:

" فان جاء و ک فاحکم بینهم او اعرض عنهم" کے الفاظ بظاہر اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ دعویٰ کرنے والے دونوں فریق حاکم کے پاس آئیں اور اس کے فیصلے پر رضامندی ظاہر کریں تو فیصلہ کیا جاسکتا ہے' فیصلہ کے لئے یہ بات کافی ہے۔ لیکن ابن قاسمؒ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ ان کے مذہبی رہنماؤں کا بھی اس کے لئے آمادہ ہونا ضروری ہے' اگر مذہبی رہنما راضی ہو جائیں اور فریقین راضی نہ ہوں' یا فریقین راضی ہوں اور مذہبی رہنما راضی نہ ہوں تو حاکم کے لئے فیصلہ کرنا صحیح نہ ہوگا۔ (۲۴)

اس سے واضح ہے کہ اسلامی ریاست میں ذمیوں پر بھی اسلامی قانون نافذ ہوگا۔ لیکن انہیں اپنے پرسنل لاء پر عمل کی آزادی ہوگی' اس میں ان کے مذہبی رہنماؤں کو بھی خاص اختیارات دیئے جاسکتے ہیں' اس کے لئے ریاست قانون وضع کرسکتی ہے۔

﴿ حوالہ جات ﴾

۱۔ ملاحظہ ہو راقم کی کتاب 'غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق' طبع دوم' ص ۲۷۱۔۲۷۳' مطبوعہ ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی' علی گڑھ

۲۔ جصاص کے الفاظ ہیں: التخییر فی أهل العهد الذین لاذمة لهم ولم یجر علیهم أحکام المسلمین کأهل الحرب إذا هادنا هم وایجاب الحکم بما أنزل الله فی أهل

الذمة الذين يجري عليهم أحكام المسلمين ۔جصاص' احکام القرآن: ۲/ ۵۴۳۔ دار الکتب العلمیۃ' بیروت لبنان ۱۹۹۴۔

۳۔ قرطبی' الجامع لاحکام القرآن: ج ۳' جز ۶ ص: ۱۲۰' دار الکتب العلمیۃ' بیروت لبنان ۱۹۸۸۔

۴۔ رازی' مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) ج ۶' جز ۱۱ ص ۱۸۶ طبع دار الکتب العلمیۃ' بیروت لبنان ۱۹۹۰۔

۵۔ ابوحیان ۔ البحر المحیط' ۳/ ۵۰۲' دار الکتب العلمیۃ' بیروت لبنان ۱۹۹۳۔

۶۔ رشید رضا' تفسیر المنار' ۶/ ۳۴۹' دار المعرفۃ' بیروت لبنان' ۱۹۹۳'

۷۔ بیضاوی' انوار التنزیل واسرار التاویل: ۱/ ۲۶۷' دار الکتب العلمیۃ' بیروت لبنان ۱۹۸۸۔

۸۔ بغوی' معالم التنزیل علی ہامش الخازن: ۲/ ۲۷۴' دار الکتب العلمیۃ' بیروت لبنان ۱۹۹۵۔

۹۔ ابن قدامۃ' المغنی: ۱۲/ ۲۸۳۔ مطبع قاہرہ' طبع دوم' ۱۹۹۲ء

۱۰۔ ماوردی' النکت والعیون: ۱/ ۴۷۱' مطابع مقہوی الکویت' طبع اول ۹۸۲ء

۱۱۔ ابن کثیر' تفسیر القرآن العظیم: ۱/ ۶۶' دار احیاء التراث العربی' بیروت لبنان ۱۹۶۹ء

۱۲۔ تفصیل کے لئے دیکھی جائے راقم کی کتاب 'غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق'

۱۳۔ ابن قدامۃ' المغنی: ۱۰/ ۳۳

۱۴۔ ابن قیم' احکام اہل الذمۃ: ۲/ ۶۴۔ مطبع مادی سعودی عرب ۱۹۹۷ء

۱۵۔ قرطبی' الجامع لاحکام القرآن' جلد ۳' جز ۶' ص: ۱۲۱

۱۶۔ حوالہ سابق

۱۷۔ قرطبی' الجامع لاحکام القرآن' جلد ۳' جز ۶' ص۔ ۱۲۱

۱۸۔ ابن قیم' احکام اہل الذمۃ: ۲/ ۷۶۵

۱۹۔ آلوسی' روح المعانی: جلد ۳' جز ۶' ص: ۳۰۰ دار الکتب العلمیۃ' بیروت لبنان ۱۹۹۴۔

۲۰۔ جصاص' احکام القرآن: ۲/ ۵۴۲' ۵۴۳

۲۱۔ ایک جزوی مسئلہ یہ ہے کہ اگر بغیر گواہوں کے یا زمانہ عدت میں ان کا نکاح ہوگیا ہے تو تفریق نہیں کرائی جائے گی۔

۲۲۔ ایک جزوی مسئلہ یہ ہے کہ اگر بغیر گواہوں کے یا زمانہ عدت میں ان کا نکاح ہوگیا ہے تو تفریق نہیں کرائی جائے گی۔

۲۳۔ قرطبی' الجامع لاحکام القرآن' جلد ۳' جز ۶' ص: ۱۲۱

۲۴۔ ابوحیان اندلسی' البحر المحیط' ۳/ ۵۰۲

جناب شفیق الدین فاروقی

دار العلوم کے شب و روز

<u>فیڈرل گورنمنٹ سروسز کے انڈر ٹریننگ اعلیٰ افسران پر مشتمل وفود کی دار العلوم آمد:</u> ۱۱ر مارچ ۲۰۰۷ء کو فیڈرل گورنمنٹ سروسز کے اعلیٰ افسران کا اعلیٰ سطحی مطالعاتی چالیس رکنی وفد دار العلوم تشریف لایا۔ وفد کے شرکاء نے دار العلوم کے تمام اہم شعبوں، درسگاہوں اور دفاتر وغیرہ کا تفصیلی معائنہ کیا۔ طلباء و علماء سے مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال کیا۔ وفد میں مختلف الخیال اور مختلف المسالک اعلیٰ افسران شامل تھے۔ انہوں نے دار العلوم کے شعبوں میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ اور دار العلوم کے مثالی نظم و نسق اور مربوط تعلیمی نظام کی تحسین کی۔ وفد کے شرکاء کے اعزاز میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے پر تکلف ظہرانے کا اہتمام اپنی رہائش گاہ پر کیا۔ بعد میں وفد کے شرکاء نے دو گھنٹے مسلسل حضرت مولانا مدظلہ سے سوالات کئے۔ اور حضرت مولانا مدظلہ نے انہیں تفصیل سے مدرسوں کی اہمیت، افادیت اور دیگر عالمی و سیاسی صورتحال پر تفصیلی بریفنگ دی۔ اس کے بعد ۱۸ر مارچ کو دوسرے اعلیٰ سطحی وفد نے بھی دار العلوم کا دورہ کیا۔ یہ وفد بھی چالیس اعلیٰ افسران پر مشتمل تھا۔ وفد کی معاونت مولانا راشد الحق مدیر "الحق" اور مولانا سید یوسف شاہ صاحب نے کی۔ بعد میں اس اعلیٰ سطحی وفد کو دار العلوم کے وسیع کتب خانے میں نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے تفصیلی بریف کیا۔ اور ان کے سوالات اور اعتراضات کے تسلی بخش جوابات سے انہیں مطمئن کیا۔ دونوں وفود دار العلوم سے اچھا تاثر لے کر رخصت ہو گئے۔

<u>دار العلوم میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی نگرانی میں اساتذہ کرام کے اعلیٰ سطحی اجلاس:</u> ۱۵ر فروری کو جامعہ دار العلوم حقانیہ کے شیوخ الحدیث اور تمام اساتذہ پر مشتمل اجلاس شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی صدارت میں کتب خانہ ہال میں منعقد ہوا۔ جو کئی گھنٹے جاری رہا۔ اجلاس میں طلباء کی تعلیمی و اصلاحی سرگرمیوں پر تفصیل سے غور و خوض ہوا۔ اور سابقہ اجلاس میں جو تجاویز پیش کی گئی تھیں اسی کے پس منظر میں جائزہ لیا گیا۔ ہر مسئول اور استاد نے اپنی ماہانہ تعلیمی رپورٹ پیش کی۔ حضرت مہتمم صاحب نے اساتذہ کی کارکردگی کی تعریف کرتے ہوئے نظم و نسق اور طلباء کی حاضریوں کو مزید موثر بنانے کیلئے کئی تجاویز کی منظوری دی۔

<u>خانوادہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ میں خوشیوں کی بہار:</u> جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق حقانی صاحب مدظلہ کے فرزند ارجمند مولانا حافظ سلمان الحق حقانی، مدرس دار العلوم حقانیہ کے ہاں مورخہ ۲ر مارچ ۲۰۰۷ء بمطابق ۱۱ر صفر ۱۴۲۸ھ کو بچے کا ورود مسعود ہوا۔ نوزائیدہ فرزند کا نام محمد طہٰ حق تجویز کیا گیا۔ دار العلوم حقانیہ کے تمام اساتذہ و طلبہ نے اس خوشی کے موقع پر حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اور مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ اور مولانا سلمان الحق صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کیا۔ اور بچے کی درازی عمر باعث خوش بختی خاندان اور مستقبل میں دین کی سربلندی اور اسلاف و اجداد کرام کے نقش قدم پر چلنے کی دعائیں دیں۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ اور مولانا انوار الحق صاحب اور مولانا سلمان الحق صاحب نے ان تمام حضرات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔ جنہوں نے

مدیر کے قلم سے

تعارف تبصرہ کتب

کتاب: خزانۃ الفقہ تصنیف: امام الہدیٰ الفقیہ ابو اللیث السمر قندی ضخامت: ۳۸۴ صفحات۔
قیمت: درج نہیں۔ ناشر: مکتبہ رحیمیہ اکوڑہ خٹک

متقدمین علماء احناف میں امام ابو اللیث السمر قندی ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ آپکا نام نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمر قندی ہے۔ کنیت ابو اللیث ہے جب کہ مشہور امام الہدیٰ کے لقب سے ہیں چونکہ ابو اللیث السمر قندی کے نام سے دو شخصیات گزری ہیں اسلئے ایک الحافظ سے ملقب ہیں اور آپؒ الفقیہ کیساتھ ملقب ہیں۔ آپؒ کی وفات ۳۷۳ میں ہوئی آپؒ نے فقہ حنفی میں بہت مفید کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ جن میں النوازل فی الفروع، حصر المسائل فی الفروع المبسوط فی الفروع، نوادر الفقہ، عیون المسائل، شرح جامع صغیر للشیبانی فی الفروع اور زیر نظر کتاب خزانۃ الفقہ فی الفروع مشہور ہیں۔ علامہ عبدالحئی لکھنویؒ نے اس کتاب کے بارے میں فرمایا ہے وقد طالعت من تصانیفہ البستان و تنبیہ الغافلین وخزانۃ الفقہ و کلھا مفیدۃ (الفوائد البہیہ ص ۱۹۱) اور علامہ محمد عبدالسلام شاہین نے اس فقہی گنجینہ کو اپنے مفید حواشی اور عمدہ تعلیقات سے اور بھی مفید بنا دیا۔ اسلئے یہ کتاب ہر خاص و عام کیلئے مفید اور ہر کتب خانہ کی زینت ہے۔ اللہ تعالیٰ مکتبہ رحیمیہ اکوڑہ خٹک کے مالکان کو جزاء خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے اس عظیم علمی ذخیرہ کو عمدہ کاغذ اور بہترین طباعت سے آراستہ کر کے شائع کیا۔

منتخب ملفوظات: فقیہ العصر مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مفتی محمود حسن گنگوہیؒ ترتیب جدید: مفتی محمد فاروق صاحب مدظلہ
عام قیمت: ۴۲۵ روپے ناشر: دارالہدیٰ دفتر نمبر ۸ نزد زمزم پبلشرز اردو بازار کراچی
ملنے کا پتہ: بیت العلم گلشن اقبال کراچی، زمزم پبلشرز کراچی وغیرہ۔

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کا شمار ان نابغہ روزگار شخصیات میں ہوتا ہے۔ جن پر بجا طور پر میخانہ علم وعرفان کو ناز ہے۔ آپ جیسی عظیم ہستیاں صدیوں بعد پیدا ہوتی ہے۔ علوم نقلیہ وعقلیہ تفسیر وحدیث فقہ وفتاویٰ، سیرت وتاریخ رجال وادب نحو وصرف منطق وفلسفہ ریاضی اقلیدس متون وشروح حواشی وتعلیقات ہر ایک فن میں آپ کامل دستگاہ اور وسعت مطالعہ کے ساتھ ان کو وہ تعمق وتبحر حاصل تھا کہ ہر فن کے آپ امام معلوم ہوتے تھے۔ اور آپ کا خداداد حافظہ اور استحضار تو بڑے بڑے اہل علم حضرات کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتا تھا۔

اکابر اہل اللہ کے ملفوظات وارشادات کو جمع کرنے کا سلسلہ پہلے سے چلا آرہا ہے اور ان کی تصانیف وارشادات ان کی مجالس وصحبت کا نعم البدل ہوتے ہیں اور ان میں دلوں کو گرما دینے، دنیا سے بے تعلقی و بے رغبتی اور

آخرت کی طرف توجہ اور انابت الی اللہ پیدا کرنے کی عجیب وغریب تاثیر ہوتی ہے۔

مرتب کتاب اس کی تدوین وترتیب کے بارے میں رقمطراز ہیں۔ ''یہ ارشادات عالیہ ملفوظات فقیہ الامت کے نام قسط وار شائع ہوتے رہے اور تقریباً دس قسطیں اب تک شائع ہو کر بے حد مقبول ہو چکی ہیں۔ اور اہل علم سے اپنا لوہا منوا رہی ہیں۔ اور دلوں کو گرما رہی ہیں۔ مگر چونکہ اشاعت قسط وار ہوئی' اس لئے مختلف مضامین مختلف قسطوں میں پھیلے ہوئے ہونے کی وجہ سے استفادہ میں دشواری ہوتی تھی۔ اس لئے ضرورت ہوئی کہ ان تمام ملفوظات کو از سر نو ترتیب دیا اور ایک باب سے متعلق تمام مضامین یکجا کئے جائیں تاکہ استفادہ آسان وسہل ہو جائے۔ اسی ضرورت کے تحت ترتیب جدید کی طرف توجہ دی گئی جس میں مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ رکھا گیا۔ (۱) ایک باب کے متعلق تمام مضامین یکجا کر دیئے گئے۔ (۲) کوئی ملفوظ جس باب میں تھا اس کو دوسرے باب سے زیادہ مناسبت تھی۔ تو اس کو اس دوسرے باب میں رکھا گیا۔ (۳) کوئی ملفوظ وضاحت طلب تھا اس کی وضاحت کر دی گئی (۴) جن آیات واحادیث یا عربی وفارسی عبارات کا ترجمہ نہیں تھا۔ ان کا ترجمہ کر دیا گیا۔ (۵) بعض چیزیں ایسی تھیں کہ ان کی اشاعت مناسب نہیں تھی۔ ان کو حذف کر دیا گیا۔ چونکہ بعض چیزیں خصوصی مجلس میں بیان کر دی جاتی ہیں۔ مگر وہ اشاعت کیلئے نہیں ہوتیں۔ (۶) کسی چیز کے حوالہ کی ضرورت سمجھی گئی اس کا حوالہ دیا گیا۔ الخ الغرض یہ ملفوظات بیش بہا معلومات کا گنجینہ ہے' علماء وطلبہ حضرات کیلئے بالخصوص اس کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ روحانیت اور وجد وکیف سے مملو یہ کتاب ہر لائبریری کی زینت ہونی چاہیے۔

ایضاح المعانی فی شرح مقدمہ مختصر المعانی مولانا زر سید صاحب فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی

ضخامت ۱۵۸ صفحات قیمت: ۹۰ روپے ناشر: بیت العلم ٹرسٹ گلشن اقبال کراچی

مختصر المعانی جو کہ تلخیص المفتاح کی شرح ہے' درس نظامی میں برسوں سے متداول چلی آرہی ہے' گو کہ یہ کتاب بذات خود شرح ہے' لیکن اس کے باوجود اس کی کئی شروح وحواشی عربی اور اردو میں منظر عام پر آچکی ہیں۔ ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است کے مصداق حضرات مولانا زر سید صاحب فاضل جامعہ فاروقیہ کے تلمیذ مولوی وسیم احمد نے مختصر المعانی کے درس کے دوران اپنے استاد کے افادات اور امالی قلمبند کئے۔ پھر صاحب افادات نے اس پر نظر ثانی فرمائی اور اس میں کچھ اضافے اور ترمیمات کئے۔ فرماتے ہیں: فی الحال اس مسودہ کو صرف مقدمہ مختصر المعانی تک شائع کرنے کا ارادہ کیا۔ اس لئے کہ مقدمہ مختصر المعانی میں بلاغت کے سارے اصطلاحات بیان کرنے کے ساتھ مغلقات بھی پائے جاتے ہیں۔ جن کی بناء پر طلبہ کرام شروع میں اصطلاحات نہیں سمجھ پاتے اس وجہ سے بندہ نے طلبہ کرام کے استفادہ کیلئے صرف مقدمہ کے شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے اور اس کا نام ایضاح المعانی رکھا۔ اسلئے کہ بلاغت کے ضروری اصطلاحات اس میں بیان کئے گئے ہیں۔ اسی شرح کی چند خصوصیات یہ ہیں۔ بلاغت کی اصطلاحات کی تعریفات اور مثالیں۔ استعارات اور مشکل عبارات کا بہترین حل۔ عربی عبارات کا سلیس ترجمہ اور تشریح۔ مشکل عبارات کا سوال وجواب کی صورت میں وضاحت۔ کتاب کی ابتداء میں صاحب تلخیص المفتاح اور صاحب مختصر المعانی کے سوانح حیات اور حالات زندگی پر مشتمل بیش قیمت مضمون ہے۔ جسکا مطالعہ کتاب کے شروع کرنے سے پہلے از حد ضروری اور بے انتہا مفید ہے۔ امید ہے صاحب افادات اس کی تکمیل کی طرف توجہ دیں گے۔ تاکہ اس کا افادہ عام ہو جائے۔

قدرت اپنے فیصلے کبھی نہیں بدلتی!

جیسے دانتوں اور مسوڑھوں کے لئے

مسواک

ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ

قدرت اپنے فیصلے کبھی نہیں بدلتی جیسے دانتوں اور مسوڑھوں کے لئے مسواک جو ہے مسواک ہمدرد پیلوٹوتھ پیسٹ میں، اس کے مسواک ایڈوانٹیج سے دانتوں اور مسوڑھوں کو ملے مضبوطی، خوبصورتی، چمک اور ساتھ مہکتی سانسیں

مسواک Advantage یعنی ہر دم، ہر پل

ہمدرد

FOCAL POINT

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲۔	دعواتِ حق ۔(مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات وعبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت وشہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	-
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاویٰ حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث ومفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل وشرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	شرح شمائل ترمذی		" " " " "	زیر طبع
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	۱۰۰
۲۲	انوار حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰

مؤتمر المصنفین ○ جامعہ دار العلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک